



بِسْمِ رَبِّ الْعَظِيمِ  
بَيَانُ النَّاسِ هِدَىٰ مَوْعِظَةُ الْمُتَّقِينَ  
(سورة آل عمران) ۶۱۹ ۴۶

# عُرْوَةُ سَمِين

۱۰۴۶

گنجینه کلام  
۲۲۹

از

رسول جبار و حکیم صاحبہ محفّی البرونی  
بیگم جناب اکثرفعت حسین صدیقی

۶۱۹ ۴۶ ✓  
LYTTON LIBRARY  
MUSLIM UNIVERSITY  
ALIGARH

26 OCT 1948

جُملہ حقوق محفوظ ہیں



بار اول ایک ہزار جلد

مکتبہ ملی لائبریری گورنمنٹ سندھ

# انتساب



’شکفتہ ہوئے گلں کی بھول ہو جائے‘  
اگر یہ ہدیۂ مخفی قبول ہو جائے

مخفی

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U11134

# عرض حال

خدا کا شکر ہے کہ میری اتنی مدت کی محنت زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے۔ میں نے اب تک جتنے اشعار کہے کبھی اس خیال سے جمع نہ کیو کہ انھیں شائع کرانے کی بھی ضرورت محسوس ہوگی۔ لیکن اس وقت اپنی قوم کو مصیبت میں دیکھ کر اس امر کو پائے تکمیل کو پہنچانے کا ارادہ کر لیا۔ میرا مقصد اس دیوان کی اشاعت سے کچھ اپنی تعریف و توصیف نہیں بلکہ قوم کی خدمت منظور ہے اور ایسی خدمت ہے جس میں قدم، سخن، درے سب شامل ہے۔ میں اسکی اشاعت کا بھی روپیہ اس سے نہ لوں گی۔

اسلام اور مسلمان جس دور سے گزر رہا ہے اس سے دنیا واقف ہو۔ مخالفین اسکی تباہی پر کمر بستہ ہیں لیکن وہ اس بات سے شاید بے خبر ہیں کہ مسلمان کا دور زوال ختم ہوا۔ اب اسے بھی جینے کا سانپہ آگیا ہے۔

سرشب چشمِ مسلم میں ہر نیساں کا اثر پیدا      خلیل اللہ کے دریا میں چل گئے پھر گہر پیدا  
میری شاعری کیا ہو؟ یہ میرے وقتاً فوقتاً کے دلی تاثرات جذبات ہیں کبھی حبِ رسول کی صوبت  
اور کبھی قومی درد کی شکل میں میرے قلم سے نکلتے رہے ہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ میری خوش نصیبی ہے یا بد نصیبی

کہ میں اپنے دیوان کو غزلیات سے مزین نہ کر سکی۔ وہ کچھ اسوجہ سے نہیں کہیل سکی اہل نہیں ہوں۔  
 محض اس لڑکھیر طبع چارہ و نیوانی خود داری کے خلاف سمجھتی ہے کہ رکیک مبتذل جذبات  
 اپنی شاعری کو ملوث کرے۔ میں نے جو دو چار غزلیں لکھی ہیں ان میں حتی الوسع فسادِ گل و بلبل سے دو  
 رہنے کی کوشش کی ہے۔ عشق کے لائق میں ایک ہی ہستی سمجھتی ہوں اور اسکی تعریف آپ میری نعتوں میں کی گئی  
 اصلاح و نظر ثانی کے لیے میں محترمی ضیاء احمد صاحب عدلیتی پروفیسر شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی  
 علی گڑھ کی مرہون منت ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ یک دم وقت کی کمی کی وجہ سے عجالت میں ہوا ہے اور ممکن ہے  
 کچھ خامیاں لگی ہوں۔ پروفیسر ضیاء احمد صاحب کے علمی تجربہ و قدامتِ نظر۔ زبانِ انی۔ سخنِ فہمی، سخنِ سنجی۔  
 کا ایک عالم مشرف ہے۔ انھوں نے جس محنت و ہمدردی سے میرا کام انجام دیا میں سکی شکر گزار ہوں۔  
 آخر میں مجھے جناح امجد حسن قادری صاحب پروفیسر سینٹ جاس کلج آگرہ کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ  
 انھوں نے چند لفظ، سب و راق، اور لوازمِ تاریخ سے میرے دیوان کو مزین فرمایا میری قدر  
 انسانی کی۔

منہی بدایونی

یکم نومبر ۱۹۳۵ء

# فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
			۳	عرف حال	۱
۵۲	نعت	۱۳	۷	تعارف	۲
۵۴	ولادت	۱۴	۱۷	چند لفظ	۳
۵۸	سلام	۱۵	۳۳	لوامع تاریخ	۴
۶۵	مدنی آقا سے	۱۶	۳۴	ایک رائے	۵
۶۸	باد صبا سے	۱۷		اسلامیات	
۷۵	یثرب کے چٹا دل سے	۱۸	۳۵	بارگاہِ ایندو میں	۶
۷۹	قصیدۂ مسراج	۱۹	۳۸	نعت	۷
۸۳	مسلم دربار رسول میں	۲۰	۴۱	نعت	۸
۸۶	اسلامی سال نو	۲۱	۴۵	نعت	۹
۹۵	ارضِ کبلا کی ناری جوائے دہائی	۲۲	۴۷	نعت	۱۰
۱۰۳	مرثیہ شہداء سیدنا حضرت امام حسینؑ	۲۳	۴۹	نعت	۱۱
۱۰۶	نوحہ	۲۴			
۱۱۰	قطعہ	۲۵	۵۱	نعت	۱۲



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اصلاحیات		۲۰	غزل	۱۶۶
۲۶	ترانہ	۱۱۳	۲۱	غزل	۱۶۸
۲۷	اسلام کا پیام مسلمانوں کو نام	۱۱۵		متفرقات	
۲۸	قوم سے	۱۲۰	۲۲	صبح نشاط	۱۶۱
۲۹	خاتون مسلم سے خطاب	۱۲۳	۲۳	شعرا ت کو دیکھ کر	۱۶۳
۳۰	مسلم سے خطاب	۱۲۶	۲۴	عورت	۱۶۵
۳۱	ہلال عید سے	۱۳۲	۲۵	صبح صادق	۱۶۷
۳۲	قائد اعظم محمد علی جناح	۱۳۶	۲۶	نینی تال	۱۸۰
۳۳	نظم برزوق تشریف آوری	۱۳۸	۲۷	مرثیہ نواب بہادر یا جنگ	۱۸۳
۳۴	روداد لشوار	۱۴۲	۲۸	ہدیہ تبریک	۱۸۵
۳۵	ہندوستان اور پاکستان	۱۵۲	۲۹	نظم دعائیں	۱۸۷
	عنبر لیا ت		۵۰	سہرا	۱۸۹
۳۶	غزل	۱۵۹	۵۱	سہرا	۱۹۱
۳۷	غزل	۱۶۱	۵۲	سہرا	۱۹۲
۳۸	غزل	۱۶۳			
۳۹	غزل	۱۶۵			

# تعارف

بظاہر عجیب سی بات ہے۔ کچھ چھوٹا منہ بڑی بات کی قسم کی بات — کہ مجھ جیسی گم نام کم مایہ ہستی کو وہ اپنا تعارف پیش کرنے کی خدمت کا شرف بخش رہی ہیں۔ مگر مشہور چیز ہے: ”دنیا میں ہر بیٹا لوسٹ ہوتا ہے“ شاید کچھ یہ تقاضائے بشریت اُمی نے مجھے اس کام کے لیے منتخب کیا ہے۔ ”ورنہ کے آمدی دسکے پریشدی“ لہذا ان چند سطور کو سپرد قلم کر رہی ہوں۔ گزارش احوال واقعی منظور ہو میری نگاہیں ہوں تو بیٹی والی نگاہیں ہیں اور ”مشک آئست کہ بہ بوید نہ کہ عطار بگوید“ بہر حال تعمیل حکم میں مجھ لان کے کلام پر اپنی فکر و استعداد کے مطابق تھوڑا سا اظہار رائے پیش کر کے فرض سے سبک دوشی حاصل کرنا ضروری ہے۔ نہ تو کلام پیش کرنے سے پیشتر یہ ضروری سمجھتی ہوں کہ تعارف میں یہ ظاہر کر دوں کہ ان کے کلام کی وہ خصوصیات جو ان کی شاعری کا طرہ امتیاز ہیں کہاں سے پیدا ہوئیں۔

بدایوں سے ایک میل کے فاصلے پر ایک مختصر سی بستی ہے جسے عارف پور نواہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسے ہمارے مورث کے جانشین عارف نے غل و گنجان آبادی سے دور رہنے کے لیے تعمیر کرایا تھا۔ یاد شاہان اسلام کے زمانے میں ہمارے مورث کو خدمات کے سلسلے

میں چودہری کا خطاب اور نوسو نو اسی گاؤں عطا ہوئے تھے لیکن کچھ گردش ایام کے صدقے میں اور کچھ اولاد کی افزائش کے ساتھ تقسیم ہوتے گئے۔ میری اُمّی اسی جگہ کیسی کیسی دعاؤں اور کتنے ہی ارمانوں کے بعد سنہ ۱۶۳۷ میں ۹ رزی الحجہ کو عالم وجود میں آئیں۔ اُمّی اپنے والدین کے یو ایک متارے بے بہا تھیں۔ ان کی جس ناز و نعم سے پرورش ہوئی کم تھا۔ خصوصاً نانا باچودہری سالہین مرحوم و مغفور ان پر جان چھڑکتے تھے۔ اُمّی کے بعد ایک بھائی اور ایک بہن بھی ہوئے مگر انیسویں کے معلوم تھا کہ ان سکون و امن سے زندگی بسر کرنے والی بہنیوں کے لیے کوئی الم جانگذا بھی مقدر ہو چکا ہو۔ کسے خبر تھی کہ نانا بابا، چھ سال، چار سال اور چار مہینے کی ننھی ننھی جانوں کو بلکتا چھوڑ کر صرف ۳۹ سال ہی کی عمر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائیں گے۔ نانا بابا کے انتقال کے دو ہی برس بعد اُمّی اپنے بھائی سے بھی محروم ہو گئیں۔ نانا بابا اور ماموں کے مرنے کے بعد نانی اماں کے ساتھ سسرال والوں کی بے عمت نائیاں شروع ہو گئیں اور نانا نانی اماں اپنے پدر بزرگوار چودہری احمد حسن مرحوم کے زیر سایہ رہنے لگیں۔ انھوں نے اپنی دونوں لڑکیوں کے نکاح کر دیے۔ ابھی نکاح کو ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ نانی اماں کو پیغام اجل آپہنچا۔ انھوں نے اپنی ستم دیدہ معصوم لڑکیوں کو اپنے آنکھوں سے محروم کر کے داعی اجل کو ۲۵ سال کی عمر میں بلیک کہا۔ اُمّی کے نانا نے اپنی مرحومہ صاحبزادی کی ان بے کس نشانیوں کو دستور کے مطابق رخصت کیا۔ میری خالہ یعنی نوز جہاں نوز کی شادی ان کے خالہ زاد سے ہوئی تھی۔ ان کے حالات زندگی ناظرین کو ان کے دیوانے

سے معلوم ہوں گے۔

امی ایک معمولی سطح سے ارفع و اعلیٰ، جوشیلی، عاشق رسول ماں کی بیٹی ہیں۔ بچپن میں باپ کے سایہ سے محروم ہو جانے کی وجہ سے ان کی تمام تربیت میں ان کی ماں کی خصوصیات کا عنصر عمل پیرا ہے اور مذکورہ بالا صفات شعوری و غیر شعوری طور پر عکس نگاہ ہیں۔ نانی اماں غنفوان شباب میں بیوہ ہو گئیں۔ امی چونکہ اولاد اکبر تھیں اس لیے ان کی توجہ کامرکز بنیں۔ تعلیم تو خیر بیسویں صدی کے اوائل پیدائش لڑکی کی جس معیار پر ہوتی ہوئی، مگر جوہر قابل کی نمائش کے لیے قدرت بھی سامان مہیا کرتی ہے۔ امی نے نانی اماں جیسی عاشق رسول ماں کی گود میں آنکھ کھولی اور نانا ابا کی بے وقت موت اور اپنے چچا کی بے اعتنائیوں کے سبب اپنی ناہنال میں پرورش پائی۔ جہاں کا ماحول معاشی افکار سے فراغت کی وجہ سے خالص علمی و ادبی تھا۔ پیدائشی صلاحیتیں ماحول کی مدد سے اور بھی اجاگر ہو جاتی ہیں۔ نانی اماں کے انتقال کے بعد ان کے نانا چودہری احمد حسن جببہ قبلہ نے جو ایک عالم پرگو شاعر اور ادیب تھے اور ایک نابینا بچہ کی اہلیت رکھتے تھے، اُمّی پر توجہ دی۔ ان کے ماموں ابو الحسن صاحب البصیر ایم۔ اے اور بھائی چودہری ابو الفضل صدیقی اسی ماحول میں پروان چڑھے۔ ان کے نام علمی و ادبی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ اُمّی بھی اسی ماحول سے متاثر ہوئیں۔ شعر و شاعری کی طرف ان کا رجحان ابتداء ہی سے تھا۔ لیکن اوائل عمر میں اس طرف خاص توجہ نہ کی۔ اس ذوق کی تکمیل میرے والد کی بدولت ہوئی۔ ابا جان شاوی

کے وقت صرف انٹرنس پاس تھے۔ لیکن انھوں نے علی گڑھ میں اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور بالآخر ایم۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر کے انگلستان چلے گئے۔ ان کے دوران تعلیم میں اُمّی بھی ان کے ساتھ علی گڑھ میں مقیم رہیں۔ جب ابا جان انگلستان گئے ہیں تو مجھے بھی ہوش اچکا تھا۔ میں اور میرے چھوٹے بھائی اقبال رفعت و اسلام رفعت امی کے دل بہلانے کا سامان تھے۔ لیکن وہ کچھ ایسی یاد خدا میں محو ہوئیں کہ کھانے پینے کا بھی ہوش نہ رہا۔ آخر ان کی دعاؤں نے اثر دکھایا اور ابا جان سنہ ۱۹۳۷ء میں آکسفورڈ سے ڈی فل کی ڈگری حاصل کر کے عازم وطن ہوئے اور علی گڑھ ہی میں لیکچرار مقرر ہو گئے۔

امی کے ذوق شاعری کی تکمیل یوں ہوئی کہ ابا جان باوجود کمیٹری کے منتہی ہونے کے ادبی ذوق رکھتے ہیں۔ شادی کے بعد انھوں نے اُمّی کے ان جذبات کا فراخ دلی و ہمت افزائی سے خیر مقدم کیا۔ جس کی علی تشکیل ان کا یہ مجموعہ کلام ————— پانچ چھ سالہ غور و فکر کا نتیجہ ————— آپ کے سامنے ہے۔ رجحان شروع ہی سے مذہب کی جانب تھا۔ لہذا نفعت کا میدان منتخب ہونا ضروری امر تھا۔ امی کے دماغ کی سیاسی نشو و نما صرف ان کی شادی کے بعد ہوئی۔ انھوں نے سیاسی روشنی میں ابا جان سے اکتسابِ فہم کیا اور علی گڑھ کے قیام کی پندرہ سالہ طویل مدت و فضا نے بھی دانستہ و غیر دانستہ طور پر ان کی شاعری و سیاست پر اثر ڈالا ہوگا۔

اتنی ایک پختہ خیال خاتون ہیں۔ وہ زبانی جمع خرچ سے زیادہ عمل کی آدمی ہیں۔ اپنی زندگی کے تمام افعال و کردار میں رسول عربی کے نمونہ پر کاربند رہتی ہیں۔ وہ ایک سعادت مند بیٹی تھیں۔ ایک اطاعت شعار بیوی بنیں اور اب — اب ایک محبت کرنے والی "اماں" ہیں۔ وہ ایک پر خلوص اور عمل کرنے والی سمدرد ملت ایک سچی عاشق رسول ہیں۔

اب ان کے کلام پر ایک اجمالی نظر ڈالیے کہ میں اپنی اس رائے میں کہاں تک حق بنج ہوں۔ وہ سولہ گئے ایک مشرقی خاتون ہیں۔ ان کا دل دو نیم ہے مغربی فحاشی و عسریانی سے، ان کا داغ بے زار ہے الحاد و طبل کی تردید و اشاعت کرنے والے ادب سے ان کی آنکھ پر نم ہے مسلمانوں کی بے کسی و پستی سے اور یہ جملہ چیزیں ہر وقت ان کے رگ و پے سے ایک کرب کی صورت میں نمایاں ہیں۔ آپ غور کریں گے کہ ان کی ہر راگ کی تان "می نمائی ہر دم از منظرے"

رسول عربی پر ٹوٹی ہے۔ وہ رسول عربی کا ذکر بغیر اپنی آنکھ میں آنسو لائے نہیں کر سکتیں اور نہ کوئی لغت بغیر مرتعش آواز کے آج تک پڑھ سکیں۔

اسلامی تاریخ سے اُنھیں خاص لگاؤ ہے اور یہ اُنھنی کی تجویز و آرزو تھی کہ راقم الحروف تاریخ اسلام میں ایم۔ اے پر یو ایس کر چکی اور ان کا ارادہ ہے کہ ایم۔ اے کرنے کے بعد

اسلامی تاریخ کی تکمیل کے لیے مجھے یورپ کے ممالک اور مصر بھیجیں۔

جس وقت پرسکون نمبر سے رسول عربیؐ سے خطاب کرتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلوص اور رقت کا ایک دریا سا بہ رہا ہے۔ جب پرہنگامہ سیاسی اسٹیج سے قوم کے نوجوانوں کو مخاطب کرتی ہیں تو سرتاپا جنگِ بدر کا رجز بن جاتی ہیں۔ اپنے ایک سلام میں کس قدر سوز و محبت کے ساتھ اپنے والی کی خدمت میں سلام پیش کرتی ہیں۔ ایک محبت کا دھارا سا بہ رہا ہے۔ الفاظ کا پیار ملاحظہ کیجیے۔ بندشوں کی عقیدت پر غور فرمائیے۔ رسول عربیؐ کی قلبی تصویر سامنے رکھ کر فرماتی ہیں:-

سورہ واللیل کی تفسیر گھونگرولے بال      کحل مازع البصر۔ آنکھوں میں ڈور لال لال  
تھے ڈھلے ڈش کے ساپنے میں چمکے خط و خال      جسکی شیدا ہے خدائی جسکا عاشق ذو الجلال

رحمتِ عالم لقب ہو اور محمدؐ جس کا نام

اے صبا اس والیِ طیبہ سے کہدینا سلام

ذرا ٹیپ کا بند ملاحظہ ہو۔ شبیہ مبارک کی تفسیر فرما کر ”رحمتِ عالم لقب ہو اور محمدؐ جس کا نام“ کس پیاری ادا کے ساتھ والیِ طیبہ کا نام ادا کیا ہے، جو عقیدت سے زیادہ محبت سے برپہ ہے۔ رسالت کی تعریف میں فلسفیانہ قسم کی روشنی ڈالتے ہوئے فرماتی ہیں:-

منظرِ حسنِ ازل تخلیق کا لب لباب      ایک نگاہ سے جسکی ذرروں کو بنایا آفتاب

دامنِ فاراں سے اٹھی وہ شوارعِ شعلہ تابِ کریمے جس نے عرب کو سنگِ خارِ اعلیٰ ناب

جس کی آمد نے بدل ڈالا نظامِ صبح و شام  
لے صبا اس دلی طیبہ سے کہہ دینا سلام

ان اشعار میں اسلامی تاریخ کے تمام نکات کو نہایت خوبی کے ساتھ پیش کر دیا ہے مسلمانوں کے حال سے متاثر ہو کر ان کے دل دردمند سے بے اختیار فریاد نگاہ جاتی ہے۔

کھڑکی حق کے مقابل میں فراوانی دیکھ دشتِ آفات میں دامندوں کی چیرانی دیکھ  
شانِ مندر کی کلیسا کی جہاں بانی دیکھ اپنے ایوانِ ملک بوس کی دیرانی دیکھ  
اجڑی نگری کے نگہ دار کہاں ہے آجا

ذرا غور فرمائیے ”اجڑی نگری“ کس قدر معنی خیز ہے۔ اس میں مسلمانوں کی دیرینہ عظمت و شان کی دل تڑپا دینے والی کتنی داستانیں پوشیدہ ہیں۔

”ارضِ کربلا کی زاری۔ جواب ایہ زبانی“ اور اسلامی سال نو ”جدیدادب کی گسوٹی پر پوری اترتی ہیں۔ ندرتِ خیال کو ملاحظہ کیجیے۔ فلسفہ کربلا کے مغز کو کس قدر عجیب پیراہ میں پیش کیا ہے یہ دونوں نظمیں ان کے دلی جذبات کی آئینہ دار ہیں اور غالباً اسلامی سال نو کا خیال بھی قطعاً نبھا ہے۔ اصلاحیات کے شعبہ میں قادر الکلامی کے ساتھ ساتھ خیالات کی سنجگی اور اصلاح کی انفرادیت پر غور کیجیے۔ مغربی فحاشی کے آئینہ دار تنگ خاتون تمدن کی دلدادہ خواہن ذرا پڑھیں



اور دل ہی دل میں سوچیں کہ کس قدر ٹھکانہ کی بات کہہ رہی ہیں اپنی بجنس سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں  
 پاس اب ملت کا باقی ہے نہ کچھ خوف خدا  
 مغربی تقلید نے جو ہر کو تیرے کھو دیا  
 ہر دم اپنے حسن کی بد نظر ترین ہے  
 پرورش اطفال کی تیرے لیے توہین ہے  
 حسن تیرا باعث آرائش محفل ہوا  
 ہو گئی اندوگیں لیکن ترے گھر کی فضا  
 بڑھ گئی کچھ سرخی و غارہ سے جلو و کی چمک  
 اپنی رسوائی پہ مذہب ہاتھ مل کر رہ گیا  
 شمع ملت بجھ گئی پر دانہ جل کر رہ گیا

دیکھ سیلاب فنا حد سے گزر جانے کو ہے

تیری جمعیت کا شیرازہ بکھر جانے کو ہے

قوم کے غافل نوجوانوں سے خطاب کرتی ہیں۔ ناصحانہ، مبلغانہ، و داعیانہ طور پر استفسار کرتی ہیں۔  
 فکر کی ندرت، اداؤں کی جوانی کیا ہوئی  
 دستِ مسلم تیرے خنجر کی روانی کیا ہوئی  
 اے سکوتِ مستقل وہ گلِ فتانی کیا ہوئی  
 اے مسلمان صولتِ صاحبِ قرانی کیا ہوئی

جس کا وہ آغا تھا اب اس کا یہ انجام ہے

اے سپہ تو قوم کے غیرت اسی کا نام ہے

استفسار کرتی ہیں اور استفسار کرتے ہوئے کچھ عنایت کے دریا میں ایسا تلاطم پیدا کرتی ہیں  
 غلامی کی لمبی رسی میں جکڑے ہوئے مغربی تمدن کی تقلید میں نبیوں و بدو اس اور فریب خوردہ نوجوانوں

کی رگوں میں خون کو کچھ اس طرح متحرک کرتی ہیں کہ جھاگ اٹھنے لگتے ہیں۔ وہ جھوٹی سیاست اور  
مستعد حکومت کے زخموں سے شست نہیں ہوتیں بلکہ زخمی شیرینی کی طرح مدافعاۃ انداز میں  
گر جیتی ہیں:-

جوشِ دیرینہ کی تیغِ شعلہ پیکر کی قسم      ہاتھ سے کھوئے ہوئے اورنگ و افسر کی قسم  
بادۂ توحید کے لہریز ساغر کی قسم      سچ بتانا تم کو تعلیمِ پیسہ کی قسم  
کیا یہ شانِ اتباۃ ہادی اسلام ہے  
اے سپہ تو قوم کے غیرت اسی کا نام ہے

اس سے پہلے کا بند پڑھیے اور پھر اس پر غور فرمائیے۔ کیا یہ غداروں کی عکاسی نہیں کرتے۔  
وہ حالی کی طرح صرف اظہارِ افسوس ہی کر کے اپنی شاعری کو فنوٹھی نہیں بنا دیتیں بلکہ ان کے  
پاس اس زخم کا مرہم بھی ہے۔ وہ پرکٹے مرغ کو بوں ہی نہیں چھوڑ دیتیں وہ اس کا علاج بھی بتاتی  
ہیں۔ بابوس و ناکام ہستیوں کے لیے ان کی تجویز ملاحظہ ہو:-

زلزلت کے میدان میں مرکب کو دوڑا کر چسلا      مسکراتے موت کے واردوں کو کھاکھا کر چسلا  
تیغ کا لہر ہا صدفِ دشمن سے منوا کر چسلا      اور خود بھی تیغ کے مانند بل کھا کر چسلا

نم کو اب اسلام کا یہ آئینہ پیغام ہے  
اے سپہ تو قوم کے غیرت اسی کا نام ہے



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## چند لفظ

~~~~~

|                                            |                                         |
|--------------------------------------------|-----------------------------------------|
| پیکر سعی و عمل، تصویرِ تسکین و وقار        | کیا ہے عورت بہ عفت و شرم و حیا کی پاسدا |
| ہے خداوندِ جہاں کا دستِ شفقت اُسکی داتا    | آفتِ معصوم اس کی جیسے طفلی کی حیات      |
| اُس کی چشمِ دور میں آگاہِ رازِ زندگی       | صبر کے نعروں سے تیرے اس کا سازِ زندگی   |
| اُس کی خاموشی میں پہنائی سکا اندازِ بیاں   | سادگی پر اُسکی قریاں سیکڑوں نگینیاں     |
| اُسکے قدوں کے زیرِ سایہ فردوسِ بہن ہیں     | ہوا اگر حاصلِ تقدیر سے نگاہِ زرف ہیں    |
| غم کی تلخی میں بھی ہی اُس کا تخیل خوش گوار | اُس کا زیرِ رہے عمل، پوشاک ہے صبرِ قرار |

استواری اور استقلال میں مشہور ہے دستبرد وقت سے عورت کی دنیا دور ہے

حقیقی اس جنس گرانمایہ کی ارزانی ہے آج

مانداس نایاب گوہر کی درخشانی ہے آج

مشرقی، ہندی اور مسلم عورت یہ تھی جو ان اشعار میں ہے۔ لیکن اب وہ ہے جو آخری شعر میں ہے۔ آج اس جنس گراں مایہ کی وہ ارزانی ہے کہ آخر اس نایاب گوہر کی درخشانی ماند ہو گئی۔

یہ خیال ایک خاقان نے ظاہر کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی جنس کی حقیقت کو کسی فلسفہ سے نہیں۔ بلکہ اپنی فطرت، نسوانی اور اپنی فراست سے سمجھا ہے۔ لیکن نادانستہ طور پر اس میں نفسیات کا ایک اصول بیان ہو گیا ہے۔ ارزانی کا لازمی نتیجہ تھا گوہر کی درخشانی کا ماند ہو جانا۔ کیوں؟ ایک لطیفہ سنئے۔ ہے تو لطیفہ مگر فکر و نظر کے لائق۔

ایک موقع پر سٹر عبد اللہ یوسف علی نے پردے کے ذکر پر ڈاکٹر اقبال سے کہا:-

”آپ کو تو پردے کی مخالفت ضرور کرنی چاہئے“

ڈاکٹر صاحب نے کہا:-

”میں تو پردے کا بہت حامی ہوں“

یوسف علی صاحب نے وجد دریافت کی تو فرمایا۔

”بے پردگی اور عریانی سے وہ راز کھل جاتا ہے جو غنیمت کی جان ہے“

یہ بے پردگی و عریانی اور خیال و عمل کی آزادی آج حیاتِ نواں کے سرچشمے

میں عام ہے۔ تعلیم و تفریح، سیاست و معاشرت، زقار و گفتار، مذہب و اخلاق، شعر و

ادب، ہر جگہ عریانی کی جلوہ آرائی اور آزادی کی کارفرمائی موجود ہے۔ اس میں شک نہیں

کہ مشرقی اور خاص کر ہندی عورت جو ”صدیوں کی زندانی“ تھی اور جس کو ”شکایتِ درخت

بھی تماشائی“ ہونے کی اجازت نہ تھی اپنے قید و بند کو نوڑنے میں کامیاب ہو گئی

ہے۔ لیکن اگر کوئی زندانی آزاد ہو کر اس غصے میں کہ اس کو عہدہ غذا اور عیش و

راحت سے محروم رکھا گیا تھا ضرورت سے زیادہ کمانے لگے اور دن رات تلخیش

و ہوسناکی میں مشغول رہے تو اس کا یہ فعل جیلر یا جج یا حکومت و معاشرت سے

انتقام نہ ہوگا بلکہ خود اس کی زندگی کو تباہ کر دے گا۔ یہاں اتفاق سے جیلر

۱۔ پروفیسر خواجہ عبدالحمید کے ایک مضمون مطبوعہ آثار اقبال سے لیا گیا ہے۔

۲۔ ڈاکٹر اقبال کی ”طلوعِ اسلام“ کا ایک شعر ہے۔

ہو جاو اربلت جادہ پیا کس تجمل سے تماشائی شکاوتِ درخت ہیں صدیوں کی زندانی

تو اپنے ظلم اور سختی سزا سے پشیمان ہو چکا ہے اور جیل اور آزاد قیدی دونوں مل کر جج کو ہلاک کرنے کی کوشش میں ہیں۔

یعنی مرد جس نے عورت کو پردے کی قید میں رکھا تھا اب آزادی دے دیے پر دگی سے خوش ہے اور مذہب کو جس کا یہ فیصلہ تھا، مرد و عورت دونوں مل کر نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں۔ حکومت و معاشرت کا بھی کوئی خطرہ نہیں۔ حکومت اُن کی طرفدار ہے اور معاشرت و تہذیب و تمدن ان کے ہاتھ میں ہے۔ خواتین ہندو اسلام کے لئے اعلیٰ تعلیم، علمی مشاغل، قومی خدمت سیاسی جدوجہد، سب جائز، مناسب اور ضروری ہیں۔ لیکن صرف ایک شرط ہے۔ وہ یہ کہ ان کو یہ کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ وہ عورت ذات ہیں۔ عورت کبھی اپنے ”عورت“ ہونے کو نہیں بھولتی۔ لیکن ”عورت ذات“ ہونے کو بھول جاتی ہے۔

میں ان دونوں لفظوں کو بطور اصطلاح کے استعمال کر رہا ہوں۔ یعنی عورت ہمیشہ یہ بات یاد رکھتی ہے کہ عورت ہونے کے سبب سے اُس کے اندر مرد کیلئے کیا کشش ہے۔ لیکن یہ بات کبھی کبھی اُس کے ذہن سے نکل جاتی ہے کہ اُس کی ذات اور جنس کی کیا ذمہ داریاں ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا اُس کا

پہلا فرض ہے۔ اُس کی "ذات" کی کیا خصوصیتیں ہیں جن کے قائم نہ رہنے سے وہ بالآخر مرد کی نگاہ سے بھی گر جاتی ہے۔ اور اس کی "جنسیت" کی کیا نزاکتیں ہیں جن کو مرد کی حریف بن کر باقی رکھنا اُس کے لئے ہر موقع پر آسان نہیں ہوتا۔

محیط انسانی کے موجودہ تلاطم و طوفان میں انقلاب اور اصلاح، فلاح و رفاه کا نام لیکر حقیقت پریدہ عنایتیاں غورتوں کی طرف سے ہو رہی ہیں۔ وہ مشرقیت اور اسلامیت کے لئے بڑا خطرہ ہیں۔ تاہم ابھی ہندوستان اس گلیہ کے استثناء سے خالی نہیں ہے۔ اگرچہ ہندوستان کی خواتین اسلام کا پیدا کردہ لٹریچر ان کے افسانے، اور ان کی شاعری بروز بروز ملوث و متعفن ہوتی جا رہی ہے۔ پھر بھی بہت سی "اللہ کی بندیاں" بھی موجود ہیں۔ اور مجھے ایک ایسی ہی "اللہ کی بندی" کا تذکرہ اس وقت مقصود ہے۔

مختصر یہ رسول جہاں بیگم صاحبہ محض بدابوئی تعلیم یافتہ ہیں، بہت روشن خیال ہیں، اور بہت روشن خیال اور اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ و مغز سرکاری عہدہ دار کی بیوی ہیں۔ قومی و سیاسی خدمات کا جوش رکھتی ہیں۔ شاعر ادیب اور مقرر ہیں۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے سچی مسلمان بی بی ہیں۔



جلسوں کے شوق میں گھر کو نہیں سمجھ لیتیں۔ سیاست کی خاطر خدا سے غافل نہیں۔ فیشن کے پیچھے اسلامی روایات کو نہیں چھوڑتیں۔ گویا بقول علامہ اقبال :-

آنکھ طائر کی نشین پر رہی پرواز میں  
بیگم ڈاکٹر رفعت نے اپنی نظموں کا مجموعہ **عُمر و سُنْحَن**  
کے نام سے مرتب کیا ہے۔ میں نے اس کا بہت سا حصہ پڑھا اور مجھے  
ان کی قدرتِ کلام اور صحتِ مذاق پر بڑی حیرت ہوئی۔ سب سے  
زیادہ مسترت اس بات کی ہے کہ تمام کلام میں ترقی پسند عریانی و بیباکی کا  
کہیں شائبہ تک نہیں۔ بلکہ پورا مجموعہ حمد و نعت، منقبت، اسلامیات  
و اصلاحیات سے مرکب ہے۔

اس تبصرے کے آغاز میں جو اشعار درج کئے گئے ہیں وہ  
بھی بیگم رفعت صاحبہ کے ہیں۔ اب دوبارہ ان کو پڑھ کر دیکھئے کس  
قدر ڈھلے ہوئے شعر ہیں۔ اس سے بہتر فن شاعری کی خوبیاں ان کے  
کلام میں نظر آتی ہیں۔ مجموعہ کی سب سے پہلی نظم ڈاکٹر اقبال کے ”شکوہ“  
کے طرز میں مناجات ہے۔ اس کا نمونہ دیکھئے :-

تجھ سے فریاد ہے مولا تیری دیوانوں کی      شمع اسلام کے دل سوختہ پروانوں کی

اب ترے ہاتھ میں ہے لاج مسلمانوں کی      خیر ہو دین محمدؐ کے نگہبانوں کی  
پارگرہ داب سے مسلم کا سفینہ کر دے  
پھر ہمیں بیل گلزارِ مدینہ کر دے

ہم خطا دار، گنہ گار، ریاکار سہی      نشہ بادۂ غفلت میں بھی شرار سہی  
اور پابندی احکام سے بنزار سہی      دام میں عار و ذلت کے گرفتار سہی  
جادہ پیما تو اسی جادہ مطلوب کے ہیں

نام لیوا تو پھر آخر ترے محبوب کے ہیں  
تجھ کو محبوب کے اوصافِ جمالی کی قسم      اس لبِ پاک کی اعجازِ مقالی کی قسم  
تجھ کو دیتی ہوں اُسی سیدِ عالی کی قسم      اس کی قدرت کی قسم اسکے موالی کی قسم  
دستِ ناکارہ کا زیور وہی شمشیر ہیں

پھر وہی ہم، وہی نعرے، وہی تکبیر مٹیں  
نعت شریف کی نظموں میں جو شوق و محبت ہے اس سے مصنفہ کا  
نورِ ایمان روشن ہے۔

ایک نظم میں لکھتی ہیں:-  
شہنشاہِ اممِ محشر میں کیتا بنکے نکلیں گے  
مریضِ دردِ عصیاں کے مسیحا بنکے نکلیں گے

گر وہ انبیاء میں سب سے اعلیٰ بن گئیں گے یہ کاری کی خلعت کا اُجالا بن گئیں گے  
خدا کی شانِ رحمت کا تقاضا بن گئیں گے

صفتِ محشر میں یہ شانِ سولہ ہاشمی ہوگی پریشانِ لبِ مشکیں دوشِ اقدس پُری ہوگی  
درِ معبود پر پشانیِ انورِ حبیب کی ہوگی زباں پر التجائے ربِّ دُھبِ فی اُمّتی ہوگی  
دعا کے بولِ اجابت کا قبلا بن گئیں گے

پانچواں مصرع کس قدر خوبصورت نکالا ہے "دعا کے بولِ اجابت کا قبلا  
بن گئیں گے" سبحان اللہ!

شاعرہ نے "اسلامی سال نو" کے تاثرات پر ایک طویل نظم لکھی ہے۔ محرم  
کا چاندِ اسلامی دنیا کے لئے یادگارِ عزم و الم ہے۔ یہ خنجرِ ہلال اس خنجر کو یاد دلاتا  
ہے جو امامِ شہنشاہِ کام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چاند سے گلے پر چلایا گیا تھا۔ نظم میں  
یہ مضمون نیا نہیں، لیکن بیگمِ رفعت نے جس پیرایہ میں لکھا ہے، وہ نیا ہے۔  
اور صرف نیا نہیں۔ نہایت دل نشین اور دل گداز ہے۔ نظم کا آغاز، ترقی،  
تسلل اور انجامِ شاعرہ کی صنعتِ حسنِ کار کا آئینہ ہے۔ تخیل و اسلوب  
کی تازگی اور شاعرانہ کمال نے ایک شاہکار پیش کر دیا ہے۔ نمونے کے طور  
پر چند اشعار اقتباس کرتا ہوں:-

مسافت کر کے طے دن بھر کی رخِ خوشید پہنچا  
فضائے دہر پر ڈالا سکوتِ شام نے ڈیرا  
سکوتِ موت اگر چھا گیا دنیا کی بستی پر  
پڑی شب کی سیہ کھنی بلندی اور پستی پر  
چھپے شب کے دُھندلکے میں نظر افروز نکلا  
زمین کا دیدہ حسرتِ منہ تکنے لگے تارے

نگاہیں میری اتنے میں فلک کی سیر کرائیں

پلٹ کر سالِ نو کا مژدہ فرحتِ اثر لائیں

مگر یہ میرے دل میں درد کیوں رہ رہ اٹھتا ہے  
یہ سالِ نو غمِ گینی! الہی ماجرا کیا ہے  
یہ کیوں سیلاشبِ آنکھوں میں آج اُٹا سا آتا ہے  
یہ قلبِ مضطرب سینہ کیوں نکلا سا جاتا ہے  
یہ آہوں کے شرارے کیوں سرگردوں لپکتے ہیں  
فلک کی آنکھ سے کیوں خون کے آنسو ٹپکتے ہیں  
ہلالِ سالِ نو تو ہی بتا تجھ کو ہوا کیا ہے  
یہ کس غم میں خمیدہ ہے مگر کیوں زرد چہرا ہے  
نہاں ہے یادِ ایامِ سلف کی تیرے سینہ میں  
نقوشِ عہدِ ماضی ہیں ابھی دل کو نگینے میں  
نکلتا تھا فلک پر جب بصدِ شانِ خود آرائی  
تو اک عالم ترے جلوے کا ہوتا تھا تماشائی  
دُورِ شوق میں ہر آنکھ محو دید ہوتی تھی  
تری آمد زمانہ کو نویدِ عید ہوتی تھی  
گلستانِ جہاں میں تیری آمد سے بہار آتی  
ترے پردہ میں گویا رحمتِ پروردگار آتی

مگر یہ آہ کیسا انقلابِ دہر فانی ہے

کہ اب تیرا تصویر ہی پیامِ نوحہ خوانی ہے

مجھے جب اُس نے دکھا رازِ سوز و درد کا جو یا  
یہ وہ بارِ الم ہے جو اٹھایا جا نہیں سکتا  
دبارہنے دو سینے میں مرے سوزِ نہاں میرا  
سراپا درد ہوں تلخی کشِ جو تماشا ہوں  
بھلا کس کو مجالِ گفتگو ہے حکمِ قدرت میں  
تھمے کیا گریہ غم مجھ الم اندوز ہستی کا  
بتاؤں کیا مری قیمت نے جو مجھ کو دیئے چہرے  
مرقعِ میری ناکامی کا وہ اندوہ گیں منظر  
زمانے کو جو عبرت کا سبق ہر سال دیتا ہو  
بشر کی معصیت کوشی و غفلت میں نے دیکھی ہو  
وہ جس کے نور نے عالم منور کر دیا سارا  
جلال و دبدبہ میں حیدرِ کرام کی صورت  
قسم کھاتا ہے جس کے صبر کی پیرِ فلک اب تک

دل پر غم سے کھینچی آہ اور پھر یوں ہوا گویا  
جو دل میں ہے زباں پر آہ لایا جا نہیں سکتا  
لحد میں ساتھ میرے جائیگا اندوہ جاں میرا  
زمانہ جس پہ روتا ہے وہ ناکام تمنا ہوں  
ازل کے دن لکھی تھی نوحہ خوانی میری قیمت  
کہ میں نے پایہ رفعت منہ دیکھا ہے پستی کا  
لگا دی آگ گھر میں خود چراغوں نے مرے گھر کا  
وہ حسرت خیز عبرت ناک حیرت آفرین مظلوم  
وہ حسرت خیز نظارہ مری آنکھوں نے دیکھا  
محمدؐ کے نواسے کی شہادت میں نے دیکھی ہو  
حُسنِ ابنِ علیؑ خاتونِ جنت کا جگر پارا  
وہ ظاہر اور باطن احمدِ مختار کی صورت  
میں جسکے آستانے پر حبس گستر ملک اب تک

یہ صورت ماتمی ہو اس حجازی شاہ کی خاطر

کٹایا سر کو اپنے جس نے دین اللہ کی خاطر

اس کے بعد ہلال کی زبانی واقعہ شہادت بیان کرتی ہیں۔ بیان میں کیا کیا محاسن شعری پیدا کئے ہیں۔ جن کا لطف و اثر تمام نظم کے مطالعہ ہی سے اندازے میں آسکتا ہے۔ ”ہلالِ محرم“ اس داستانِ غم کو اس طرح ختم کرتا ہے۔

یہ سب منظر نگاہوں میں مری آباد ہیں اب تک      یہ خونیں داستانیں میے دل کو یاد ہیں اب تک  
ہوا ویران جب سے سبطِ پیغمبر کا کاشانہ      ہوا البریزِ غم اس دن سے میرے دل کا پیمانہ

قومی نظموں میں ایک ”ترانہ“ فحش کی صورت میں لکھا ہے۔ کس جوش سے لکھتی ہیں :-  
ملت کی آرزو ہم۔ مذہب کی آبرو ہم      عقل گرہ کشا کے دامن کا تار دلو ہم  
گلہائے گلستانِ وحدت کا رنگ بزم      دریائے سرمدی کے ساحل کی جستجو ہم

بیتے ہیں نامِ ادب سے اہلِ ہم ہمارا  
دریا کی رگوں میں ڈالاجبِ خشنِ تازہ دم کو      نصرت نے بڑھ کے چومار ہوار کے قدم کو  
لڑخاطر آلبس میں تیغِ دو دم کے دم کو      غزم و ثباتِ دشمنِ رخصت ہوا عدم کو  
فتح و ظفر کا ضامن تھا دم قدم ہمارا  
گو نجی صدا اٹھے حق جب روم کی سرزمین میں      باطل نے مٹھ چھپا یا شرما کے آستین میں

آئی کوئی شکن گریبان کی جہیں میں جا کر بنی وہ خجرو لہائے منکریں میں  
لو ہا نہ ملنے کیوں اہل ستم ہمارا

ایک طویل نظم ”روداد نسواں“ کے نام سے لکھی ہے۔ اس طرح شروع کرتی ہیں :-  
چھپا رکھا تھا شکوہ دل میں ہم نے دل کے محرم کا  
نہ خوگر ہو سکا جس دم یہ دل صدا بت پیہم کا  
وسیلہ بن گیا زخم جگر تذبذب مرہم کا  
لب خاموش نے آخر سکوت دائمی توڑا

قلوب مطمئن نے دامن صبر سکوں چھوڑا  
اس کے بعد عورتوں کی مظلومی اور مردوں کی سنگری بڑی تفصیل کے ساتھ نہایت دردناک  
پیرایہ میں لکھی ہے۔ مردوں سے مخاطب ہے کہ اپنی حق تلفی کا شکوہ کیا ہے۔ اپنے کارنامے بیان کئے  
ہیں۔ حق مساوات ثابت کرتی ہیں۔ کہ

ہیں اک صانع کی صنعت کے کرشمہ کا اثر دہن ہیں اک خالق کے بندے ایک رحمت کی نظر دہن  
”ایک رحمت کی نظر و دہن“ کیا خوب کہا!۔ پھر کہتی ہیں :-

اگر دشمن ہے اک عالم تو ہو اللہ یا رہے پڑھو قرآن میں ہنن لباسِ حکیم داد ہے  
اسلاف کے کارنامے بیان کرتی ہیں :-

کتابوں میں خوانینِ سلف کا حال زندہ ہے زمانے میں بار اعظم و استقلال زندہ ہے

رضیہ کی حکومت۔ نور کا اقبال زندہ ہے      زبیدہ کا تجل نور کا اجمال زندہ ہے

ابھی ہے اپنا سینہ شوکتِ ماضی کا آئینہ

دکھاتا ہے جو اپنے عکس میں احوال پارینہ

آگے چل کر قائد اعظم مسٹر جناح کی ایک تقریر کا حوالہ مردوں کو دیتی ہیں :-

خبرے قائد اعظم نے جو تم کو نصیحت کی      کہ شمشیرِ قلم دونوں ہیں زینتِ کاغذ کی

مگر ان دونوں سے بڑھ کر کہیں طاقتِ بحوث کی      حقیقت میں یہی بنیاد ہے قومی عمارت کی

وہ ملتِ پانہیں سکتی کسی انوارِ آزادی

مستقل اور ناکارہ جو جس کی نصف آبادی

اس کے بعد معاشرہ کو خیال آتا ہے کہ ہماری عجیب بد قسمتی ہے کہ اگر اس طرح کوئی

شخص ہماری آزادی کا حامی بن جاتا ہے تو ہماری بہنیں اس آزادی میں حد سے باہر نکل جاتی ہیں

دیکھتے کیسی حسرت سے کہتی ہیں :-

غم آگئیں کس قدر یہ استانِ تلخ کامی ہے      جو قسمت سے کوئی آزادی نہواں کلائی

تو آزادی نہیں اہل مغرب کی غلامی ہے      نگاہِ دل کی بیباکی ہوس کی بے لگامی ہے

یہ آزادی ہمارے دکھ کا درماں ہو نہیں سکتی

یہ تاریکی حریفِ مہر تاباں ہو نہیں سکتی



پھر کیا سچی بات کہتی ہیں جو آزاد خیال اور بیباک طبع بہنوں کے سننے سمجھنے کی ہے۔  
 نگہ بیباک ہوتی ہے تو دل تاریک ہوتے ہیں گریزاں شرم و غیرت و سوسے نزدیک ہوتے ہیں  
 جاب آئیز ہوتے ہیں تو جلوے ٹھیک ہوتے ہیں توازن لکھنے والے رائق تیریک ہوتے ہیں  
 نگہ کی خیرگی اچھی نہ دل کی تیرگی اچھی  
 اجالا جس سے دنیا میں ہے وہ روشنی اچھی  
 اس بند کے قافیے کس جن کے ساتھ نظم کئے ہیں۔

حصہ ”اصلاحیات“ میں ایک خوبصورت نظم ”ہندوستان اور پاکستان“ کے عنوان سے  
 لکھی ہے۔ ”پاکستان“ کی مخالفت اس بنیاد پر کی جا رہی ہے کہ اس طرح ”ہندوستان“  
 منقسم ہو جاتا ہے اور وطنیت کا تصور درہم برہم ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کو یہ الزام دیا جاتا  
 ہے کہ وہ وطنیت کا جذبہ اور ہندوستان کی محبت نہیں رکھتے۔ یہ خیال پیش نظر رکھ کر  
 بیگم رفعت صاحبہ نے ہندوستان کی شکایت اور پاکستان کے جواب میں ہندو اور  
 مسلم کا ”نظریہ وطن“ واضح کیا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔ ہندوستان کہتا ہے:-

|                                            |                                               |
|--------------------------------------------|-----------------------------------------------|
| وطن اہل بصیرت کی نظر میں سب پیارا ہے       | یہ جان و مال سے - اولاد سے - مذہب سے پیارا ہے |
| اسی گل میں ہر اک جُز اپنی ہستی کو سمو دیتا | اسی وحدت میں اپنی انفرادیت کو کھود دیتا       |
| نہ ہوتا مصر و شام و ترکی و ایران کا سودا   | ہر اک سر میں سماتا صرف ہندوستان کا سودا       |

تو یہ اُجڑا ہوا گلزار بھی آباد ہو جاتا  
پاکستان جواب دیتا ہے :-  
غلامی سے ابھی ہندوستان آزاد ہو جاتا

تجرب کیا اگر اسلامیوں نے تجھ سی منہ موڑا  
ترے فرزند ہیں محکومی یورپ کے دلدادہ  
ترسی کج رائیوں پر رشتہ مہر و وفا توڑا  
مگر میرے جگر گوشوں کو کیا اس قیدِ پل سے  
سمجھتے ہیں اُسی کو منزلِ اقبال کا جادو  
وہ ڈھائی گئے طلسمِ افرنگ کی تدبیر محکم کے  
کہ خوشبو گل کی پابندِ مکاں ہوتی ہر مشکل سے  
نہو اپنے وطن سے اُن کو الفت ہو نہیں سکتا  
مگر پھر بھی وطن بنیادِ ملت ہو نہیں سکتا  
رسولِ پاک کی ہجرت یہ دیتی ہو سبق اُنکو  
کہ ہے یکساں سوادِ مشرق و مغرب حق اُنکو

تجھے کیوں خوف "پاکستان" سے محسوس ہوتا ہے

کہ یہ پیغام خود تیرے لئے امن و بقا کا ہے

اسی سلسلہ و موضوع کا صرف ایک نمونہ اور پیش کرتا ہوں۔ بینوں کی عریاں نگاری مخصوصاً  
شاعرات کی بیباک خیالی سے متاثر ہو کر ایک نظم لکھی ہے۔ اس میں کہتی ہیں :-

بینا کی نگاہ کے ہاتھوں سے مسقدر  
تقوے اشکنِ شباب کی آندھی کے سامنے  
ہے تار تار شرم کا داماں نہ پوچھیے  
کیونکر بھی ہے شعلِ ایماں نہ پوچھیے  
پسک خیال کی جو رسائی سے دور تھا  
کیسے ہوا وہ صنِ نمایاں نہ پوچھیے

چاروں طرف ہیں حق کی جلوہ نمایاں صد جنتِ نگاہ کے سماں نہ پوچھیے

خونِ حجابِ خونِ دغا۔ خونِ آبرو

تہذیبِ نو کے ہیں یہی عنوان نہ پوچھیے

میں نے کافی اقتباسات لکھ دئے ہیں۔ اُن سے یکم رفعت کی شاعری کے محاسن کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ شاعرات ہند میں ان کا خاص مرتبہ ہے۔ زبان پر قدرت۔ اسالیب بیان میں نادرہ کاری، وسعت نظری۔ لطافتِ تخیل سب کچھ ان نظموں میں موجود ہے۔ ان کے خدا داد ذوقِ سلیم اور ایک مدت کی محنت و کوشش نے وہ مجموعہ اربابِ شعر و سخن کے سامنے پیش کیا ہے جس پر شاعرات کو فخر و مسرت کا موقع ہے۔ عصرِ حاضر کی تصانیفِ نظم میں جو خواتین کے قلم سے منظرِ شہود پر آئی ہیں یہ پہلا مجموعہ ہے جس میں اس قدر صحت کے ساتھ اسلامی نقطہ نظر کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ جیسا ”صورت“ میں شان دار ہے ایسا ہی ”سیرت“ میں عظیم الشان ہے۔

حامد حسن قادری

۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ

۱۳۶۲ھ

# کوائف توابیح

از پروفیسر حامد حسن صاحب قادری

## ”عروس سخن“ گنجینہ کلام از رسول جہاں بیگم صاحبہ مخفی بدایونی

بیگم جناب ڈاکٹر فستہ حسین صاحبہ صدیقی

۱۹۴۶ء

ہوئی آراستہ عروس سخن ادب و شعر کا کھسلا گلشن !

اس سے مقصد نہیں ہے دعویٰ شعر اس کا منشا نہیں نمائش فن !

اس سے مد نظر ہے خدمتِ قوم مدعا رہبری اہل وطن !

یہ ہدایت ہے ایسی بہنوں کو جن کو محبوب ہے نیکیا فیشن

جو ہیں ظلموں میں اپنی یوں عریاں جیسے کپڑوں میں ان کا نازک تن

یہ عروس سخن نمونہ ہے کہ ہوا ایسا ہی شاعری میں چلن

اس میں ایسا ہے نورِ ایسانی جس کے دیکھے سے جانِ دل روشن

اس میں ایسی ہے پاکی و عفت      جن سے ہے شعرِ نرہی دامن  
 ۱۵ اس میں ایسی ہے سادگی کہ جے      نئی دنیا بکے گی طسّرِ کہن  
 لیکن اس سادگی میں ہے وہ خلوص      جس پر قربان ہیں ہزاروں فن  
 اس لئے قسّادری یہ ہے تاریخ  
سادگی زیور "عروسِ سخن"

۱۳۶۲ء

تواریخِ دیکر از حامد حسن قاری

دیکھنا، نیلیمِ رفعت کا یہ مجموعہ نظم      ادبِ خلق کی آراستہ اک حفل  
 اس کی تاریخ ہے کیا؟ کوئی جو پچھے تو کہو      کہ "عروسِ سخن" آئینہ دروول ہے

۱۳۶۲ء

ایضاً

ایں است فروغِ شمعِ بزمِ نسوان      ایں عالمِ شعر را بہارِ چمن است

تواریخِ طباعتِ کلامِ محفّی      "آراستہ بیکر عروسِ سخن" است

۱۹۴۵ء

نوٹ:- سالہائے رواں بھری و عیسوی قریب ختم ہیں اس لئے تاریخوں میں موجودہ اور آئندہ  
 دونوں سنہ نکالے ہیں۔

# ایک رائے

محمد عیسیٰ احمد بریلوی

محترمہ رسول جہاں سلیمؑ لکھنؤ، ڈاکٹر رفعت حسین صاحب صدیقی ایم۔ اے، سی بی ایچ ڈی علیگ، ڈی فل (اسکن) کی شریک حیات اور محترمہ نور جہاں ٹیم نور کی بڑی بہن ہیں۔۔۔  
محترمہ دورِ حاضر کی ایک بلند پایہ اور پرگو شاعرہ ہیں۔ آپ کے کاغذ پر فوری اور ندر ہی رنگ چھایا ہوا ہے۔ اسلام اور بانی اسلام (صلعم) سے آپ کو عشق ہے جس کا اظہار آپ کے کلام سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی لغتیں اکثر بہت بلند اور پراثر ہوتی ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کو ان کی درینہ عظمت یاد دلانی ہے۔ اور انکو انکی موجودہ غفلت سے بیدار کر نیکی بھی کوشش کی ہے۔ اس رنگ میں آپ علامہ اقبال سے متاثر نظر آتی ہیں۔ آپ کا دل طبقہ نواں کی عام مظلومیت، جہالت، غفلت اور پستی پر بھی دکھ ہے اور آپ نے ان کی اصلاح کی بھی کوشش کی ہے۔ اپنے مردوں سے حقوق نواں کا مطالبہ کیا ہے اور عورتوں کو انکے حقوق و فرائض یاد دلانے ہیں۔ آپ مشرقی اور اسلامی تہذیب کی دلداد ہیں اور جو بنوائیت کے صحیح نشوونما کیلئے اس تہذیب کو ضروری اور مفید خیال کرتی ہیں آپ نے مسلمان مرد اور عورتوں کو بیداری اور عمل کا پیغام دیا ہے۔

صلو ماخوذ از تذکرہ شاعرات اردو تالیف محمد جمیل احمد ایم۔ اے۔ بریلوی صفحہ ۷۷-۷۸-۷۹ ۱۹۴۳ء  
صلو جس وقت تذکرہ شاعرات شائع ہوا اس وقت تخلص اب انگر اس کے بعد یہ بدل کر چکی کر دیا۔



ایسلامیہ





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# بَارگاہِ ایزدی میں

تجسس فریاد ہے مولیٰ ترے دیوانوں کی      شیخ اسلام کے دل سو تہیہ دانیوں کی

اب ترے ہاتھ میں ہے لاج مسلمانوں کی      خیر ہو دین محمدؐ کے گہبانوں کی

پارگردا بے سلم کا سفینہ کرے

پھر ہمیں میل گلزارِ مدینہ کرے

قرشی، ہاشمی و مطلبی کا صدقہ      گہرِ قلمِ عالی نبی کا صدقہ

مہ اوجِ شرفِ خوش لقی کا صدقہ      مرے مسبود، رسولِ عربی کا صدقہ

ہر تمنا کو ہم آغوشِ اجابت کر دے

درِ مقصود سے ایسا کا دامن بھر دے

ہم خطاوار گنہ گار ریا کار سہی      نشہ بان غفلت میں بھی سرشار سہی

اور پابندی احکام سے بیزار سہی      دام میں عار و مذلت کے گرفتار سہی

جان پیا تو اسی جادہ مطلوب کے ہیں      <sup>سب</sup> <sub>امثال</sub>

نام لیوا تو پھر آخر ترے محبوب کے ہیں

دور پہ حاضر ہیں ترے حال پریشاں لیکر      دوش پر بارِ غم گردشِ درد اں لیکر

چاک دل چاک جگر دیدہ گریاں لیکر      دل میں سیلابِ سرشکِ غم نہیاں لیکر

تو اگر چاہے تو اک قطرہ کو عماں کرے

ذرہ کو روکشِ خورشیدِ رختاں کرے

عرستاں میں ہوا جس سے کامل کا ظہور      جو کہ تھا منصبِ لاکِ لہا پر مامور

خود شیت کو تری جسکی رضا تھی منظور      اُس کی امت ہے یوں قیدِ بلا میں محصور

پنچہ بکھر میں ایمان کو گرفتار نہ کر

اب گوارِ تسلیمِ احمدِ مختار نہ کر

تجہ کو محبوب کے اوصافِ جمالی کی قسم      اس لبِ پاک کی اعجازِ متعالی کی قسم  
تجہ کو دیتی ہوں اسی سیدِ عالی کی قسم      اس کی عنترت کی قسم اس کے ہوالی کی قسم

دستِ ناکار کا زیور وہی شمشیریں ہوں

پھر وہی ہم، وہی نعرے، وہی تکیہیں ہوں

جذبہٴ عشق اگر پھر نہیں حاصل ہو جائے      سوزِ رنِ سببِ گرمی محفل ہو جائے

شوق اگر حالِ دلِ زار کے شامل ہو جائے      دلِ جواب کچھ بھی نہیں پھر کسی قابل ہو جائے

پھر وہی سوزِ وہی دردِ بنے رازِ حیات

گو نجِ اٹھے اسی مضر اب پھر سنا حیات

پھر ہمیں ملتِ بیضا کا پرستار بنا      اسی دربار کا پھر غاشیہ بردار بنا

پھر ہمیں آئینہٴ عارضِ دلدار بنا      پھر اسی رخِ مینا کا طلبِ گار بنا

مطلعِ نور شبِ تار کا سینہ کر دے

پھر خزنِ رینروں کو چمکائے گیند کر دے

نعت

بڑی مدت کے بعد آخروہ دور سازگار آیا  
برسے گلشنِ ہستی پہ ابرو نہ بہا آ یا

یہ مثنوی کی پھر قاصد میان مغز آویا کہ عہد خسر گل خیسے برے کار آ یا

شکفہ گلشنِ مقصد ہوا فیضِ بہاراں سے

ہم نے سیراب و لہائے خلائق ابر باراں سے

مبارک ہو جہاں میں آج وہ ذی اقتدار آیا  
جسے محبوبی خالق کا خلعت ساز نگار آیا

نہر کیوں دہوم اگلت لکھو کا نا جلا ریا  
 ایں کرنی شیں، سدرہ یحییٰ زلف سولہ ربا

شہمی لقب والا نسب عالی وقار آیا

رسولِ نامدار آ یا رسولِ نامدار آ یا

[illegible]

گلستانِ جہاں پر آج رنگِ جذباتی ہے      زباں پر پیتھوں کی نغمہ توحید جاری ہے

زمین کا گوشہ گوشہ آج وقفِ زرنگاری ہے      کہ پھیلی شش جہت میں نہکت محبوبیاری ہے

مے حُب محمد سے سراپا جوش ہیں شاخیں

ہوائے سرسبزی کی گودیوں میں رہش ہیں شاخیں

بنایا باعثِ تخلیق جس ذاتِ گرامی کو      فضیلت کی عطا عالم پہ جس کے نامِ نامی کو

گردہ قدسیاں صنفِ بستی ہو چکی سلامی کو      سعادت جانتا ہوا سماں جس کی غلامی کو

محبت جس کی انساں کو کلیدِ بابِ جنت ہے

وہ جس کا دامنِ رحمت کھیلِ شرم امت ہے

وہ جسکی ذاتِ اقدس رحمتِ خلاق اکبر ہے      وہ جسکا لٹے روشن روشِ مہر منور ہے

شفیعِ روزِ شرمِ مالکِ تسنیم و کوثر ہے      نشاطِ جانِ مخمروں پر قرارِ قلبِ مضطر ہے

جو ہر شاہِ دو عالم اور سرایہ نہیں رکھتا

جو سایہ ہے خدا کا گرچہ خود سایہ نہیں رکھتا

فرشتے سر جھکاتے ہیں نہ ہے توقیر کا نشانہ      زمیں دہلیز ہے اکی ٹڈک اُس کا جلو خانہ

روئے فقر سُکی نازشِ ملبوسِ ثنابانہ      دلِ انور مئے عرفانِ باری کا ہے پیمانہ

اُسی کے نور کے انوار میں اطرافِ عالم میں

شعاعیں اُس کی ہیں جلوہ فگن اکناںِ عالم میں

وہ سرتاجِ رسالت گلشنِ توحیدِ کمالی      ہوئی سبِ حیرت کی ذاتِ سِیّدِ اسلام کی ڈالی

یہی اُس مصلحِ اعظم کی ادنیٰ نشانِ جلالی      بیک آواز جسے کفر کی کایا پلٹ ڈالی

کیلے نور جس کے نور نے شمعِ ضلالت کو

مٹایا دفترِ ہستی سے انساں کی جہالت کو

ہوارِ دشتِ افق پر جب وہ نورِ ایزد باری      ہوئی صدقہ میں اُس کے دو دنیا سیرِ بیکاری

چمنِ پیرائے وحدت نے دکھائی اپنی گل کاری      بنی چشمِ رحمتِ عرب کی سرسبز ساری

چھڑا یا نوعِ انساں کو غلامی سے تباہی سے

مٹا یا کفر کی ظلمت کو انوارِ الہی سے

جھکا یا حق کے آگے اہل سخت کی جینوں کو  
 خزانہ نورِ عرفاں کا بنایا ان کے سینوں کو  
 کیا ایثار و خود داری پائلِ نیکۃ جینوں کو  
 سر پر رائے عالم کو دیا صحرائیں انہیں کو

غرض اک آن میں نقشہ ہی بدلا نرم عالم کا  
 یہ سب صدقہ تھا اے مخفی اُسی ذاتِ معظم کا

## نکست

بسکہ کلب گو ہر نشانِ نلِ تطہیر ہے  
 سلاک گو ہر کی طرح روشن مری تحریر ہے  
 کیون ہو ممدوح جب صاحبِ توقیر ہے  
 جس کے دم سے عالم ایجاد پُر توفیر ہے

بعدِ خالق سب سے افضل صہبی ذاتِ پاک ہے  
 مالکِ قوسین و ادنیٰ صاحبِ لاک ہے

لہ فکاک قاصد قوسین او اخی فی  
 [پارہ قال فما خطبکم ۲۰  
 سورۃ النجم]  
 دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اندر بھی کم۔



آج وہ دن ہے کہ دنیا و امن جنت میں جلوہ نورِ خدا خلوت سے اب جلوت میں ہے

وہ گل تر و نوق افزا گلشنِ قدرت میں ہے جسکی نہکت ہر گل و گلزار کی نہکت میں ہے

وصف جس کا حق نے فرمایا بیاں، قرآن میں

يَسْمِعُ مَا يَكْسِرُ السَّيْفُ وَيَكْسِرُ السَّيْفُ

سہر سجدہ ہے زمیں پیشِ خدا کے انس جاں نورِ وحدت ہو جہاں گونے گونے کی سی عیاں

اے دنیا کو یہ مژدہ دے رہے ہیں قدسیاں لاتا ہے تشریف اب محبوبِ پد و جہاں

کفر کی ظلمت مٹے گی جلوہ پُر نور سے

ذرہ ذرہ جگمگا اُٹھیں گے برقی طور سے

وہ رسولِ ہاشمی والا نسب عالیجناب منظرِ نورِ خدا بُرجِ شرف کا آفتاب

لَا تُدْرِكُهُ الْبَصَرُ وَلَا تَحْصِيهَا الْعِلْمُ جسکو دیا حق نے خطاب وہ شہدِ اُمّی لقبِ وہ صاحبِ کُتُبِ الکتاب

رونقِ بزمِ جہاں وہ سیدِ جن و بشر

باعثِ تخلیقِ عالم جس کی ذاتِ مفتخر

جس نے باطل کے سفینے کو ڈبو یا وہ رسولؐ جس نے کفر و جہل کی ظلمت کو کھو یا وہ رسولؐ

آمرتِ عاصی کی خاطر جو نہ سو یا وہ رسولؐ پیش خالق رات بھر سجدہ میں یا وہ رسولؐ

جس نے اپنے نوحوں سے سینچا گلشنِ اسلام کو

کر دیا روشن زمانے میں خدا کے نام کو

نورِ یزداں سے متور جسکی ذاتِ پاک ہے عطرِ وفاں سے معطر جسکی ذاتِ پاک ہے

خلق کی خامی دیا و جس کی ذاتِ پاک ہے قاسمِ تسنیم و کوثر جس کی ذاتِ پاک ہے

جس کی چشمِ لطف ہے غمخوار ہر دل گیر کی

جس کے در کی خاک میں تاثیر ہے اکیر کی

وہ بہارِ باغِ ہستی زینتِ بزمِ جہاں صاحبِ تاجِ شفاعت مالکِ کائناتِ جہاں

جس کا ہر قصرِ معلیٰ سجدہ گاہِ قدسیاں ہے زمیں جس کے درِ اقدس کی رشکِ آسماں

فخرِ دنیا، فخرِ دین، فخرِ عجم، فخرِ عرب

روزِ محشر ہے شفیق المذنبین جس کا لقب

وہ مجھ تم رحم لیکن ظالموں پر سخت گیر جسکی شان پاک ہیں آیا ہمشیر اور زندیر

مالک کونین اور لذت کش نان شعیر بہترین خلق لیکن بندہ ریت قدر

فقر و شاہی کو ہے نازش جسکی ذات پاک پر

عرش پر جس کے قدم لیکن جہیں ہو خاک پر

وہ شہ ملک جلال جسکے ادنیٰ سے عظام لاتے خاطر میں نہ تھے فغفور و جہم کا احتشام

جب نکلتی تھی دعا میں ان کی تیج انتقام فرطِ سیئت لرز جاتے تھے مصر و روم شام

خلق میں ہیں ان کی جرأت کے نسلے آجتک

گو بجتے ہیں دہر میں ان کے ترانے آجتک

نغم کر طول بیاں اب مخفی خستہ جگر ان مبارک ہستیوں کے واسطے سے عرض کر

اے خدا پھر دامن اسلام کو دے وہ گھر جنگی تابانی سے خیر ہوزمانے کی نظر

اے خدا صدیق و فاروق و علیؑ کو بھیج دے

سو منات دہر میں پھر غزنوی کو بھیج دے

# منکبت

شہنشاہِ اُمم محشر میں بیکتابن کے نکلیں گے      مریض دردِ عصیان کے مسیحا بن کے نکلیں گے  
گروہِ انبیاء میں سب سے اعلیٰ بن کے نکلیں گے      سیہ کاری کی ظلمت کا اُجالا بن کے نکلیں گے

خدا کی شانِ رحمت کا تقاضا بن کے نکلیں گے

نظر آئیگی جب حضرت کو اُمت کی نگوں ساری      گر نیگے جا کے سجدہ میں وہ نورِ ایزدِ باری  
زبان ہوگی پھر اللہ کی حمد و ثناء جاری      کر پکی شمیمِ رحمت اشکِ بہیم سے گہر باری

وہ آنسو کشتِ اُمت کا سہارا بن کے نکلیں گے

صفتِ محشر میں یہ شانِ رسولِ ہاشمی ہوگی      پریشاں زلفِ مشکینِ دُشِ قدس پڑی ہوگی  
دُعبود پر پیشانیِ انور جھکی ہوگی      زبانِ التجا سے رَبِّ هَبْ لِي اٰتٰی ہوگی

دُعا کے بولِ اجابت کا قبلاہ بن کے نکلیں گے

سیر اقدس پہ ہوگا مکرمت کا تاج شاہانہ      تکیگا اُن کا منہ محشر میں اپنا ہو کہ بیگانہ  
اکیلے گا اُن کی خاطر بادۂ وحدت کا مینانہ      اٹھا کر دستِ پُر ناز میں رحمت کا پیمانہ

لب کو نذر وہ پیاسوں کی تمنا بن کے نکلیں گے

خدا سے بخشش اُمت کا وعدہ بر ملا ہوگا      انہیں سرداری کو نین کا خلعت عطا ہوگا  
مُرخ روشن سی میدانِ قیامت پُھنپا ہوگا      شفاعت کا سِر پُر نور پر سہرا بندھا ہوگا

محمد ابن عبد اللہ دولہا بن کے نکلیں گے

جہاں جب ہوگا قربِ تیرِ اعظم کی فریادی      کہ بچا پیر گردوں زینِ تن پوشاکِ لادی  
صدائے اعطش سے گونج دھیک کی حشر کی دادی      تو اُس دم اپنی اُمت کیلئے اسلام کے ہادی

خدا کے دامنِ رحمت کا سایہ بن کے نکلیں گے

سینکے جب وہ مجبوروں کی درد انگیز آہوں کی      تو دامنِ عنایت میں چھپا بیٹکے گناہوں کی  
جبکہ آریشِ غایتِ شرم آلودہ نگاہوں کی      دُعا ہوگی "ابھی بخش دے ان بے پناہوں کی

وہ اپنے بے سہاروں کا سہارا بن گئے نکلیں گے

ہر اک کو حشر میں جب نفسی نفسی کی پڑی ہوگی گنہگار ان امت کی انہیں سی کو لگی ہوگی  
 صفحہ حشر میں حُسنِ حق نما کی روشنی ہوگی و نورِ شوق میں ہر آنکھ اُن کو دیکھتی ہوگی  
 وہ جب مرآتِ نورِ حقِ تعالیٰ بن کے نکلیں گے

نہ ہو مایوسِ لمحہ خفی خطرہ روزِ قیامت سی نہ کوئی اُمتی باقی رہیگا فیضِ رحمت سے  
 رہے محروم کوئی دُور ہی شانِ شفاء سے نہ آئے کوئی ان کے پاس گرفتِ زندامی سے  
 وہ آپ اپنے گنہگاروں کے جو یا بن کے نکلیں گے

## منعت

پھر جہاں کے ذری ذری پر شباب نے کو ہے شامِ ظلمت میں شبیہ قاتل نے کو ہے  
 خالقِ عالم نے بھی جسکو تحفہ میں درود آج اس عالم میں وہ الیجناب نے کو ہے  
 دُورۃ انتاجِ نبوت شمعِ بزمِ معرفت خیرِ اُمت صاحبِ مُم الکتاب نیکو ہے

ہے سحابِ لطیف حق آمادہ بارانِ نور  
 آج ہے فاراں پر وہ مہر رسالت جلوہ گر  
 ہو چکا افلاک پر بدرِ نبوت کا کمال  
 بادۂ توحید سے لبریز ہیں رندوں کے جام  
 انتجائیں کی خمیں حق سے جو خلیل اللہ نے  
 جس کی صولت میں ہے پہناں عظمت کھیرا راز  
 پر وہ تقدیر میں اب تک جو تھا جلوہ قمر و زور  
 خو نہ پایا ہے حبیب اپنا جسے اللہ نے  
 وا کیا ساقی نے پھر پہچانہ روزِ راست  
 ٹوٹنے والا ہے کوئی دم میں نا اطل کا طلسم  
 جگمگانے کو ہے ہر ذرہ بسیط و ہر کا  
 قیصر و کسری سے جس کے غاشیہ بردار ہیں  
 باغِ ہستی میں بہار کا سیلاب آنے کو ہے  
 جس کو سرِ اردو عالم کا خطاب آنے کو ہے  
 اب زمیں پر وہ درخشاں تاب آنے کو ہے  
 ساقیا پھر تیری محفل پر شباب آنے کو ہے  
 ان نجمتہ التجاؤں کا جواب آنے کو ہے  
 لو مبارک وہ دعائے مستجاب آنے کو ہے  
 اب نورِ ذاتِ باری بیجاں آنے کو ہے  
 وہ نگارِ بزمِ ہستی بے نقاب آنے کو ہے  
 کفر کے ساغرِ غلیظت کی شراب آنے کو ہے  
 بزمِ عالم میں زلالا انقلاب آنے کو ہے  
 اوجِ عزت کا درخشاں قباب آنے کو ہے  
 خالق میں وہ خسر گردوں کا پ آنے کو ہے

عیسیٰ مریم نے دی تھی جس کے آنے کی نوید اب وہ فخر عیسیٰ عالی جناب آنے کو ہے  
اب اندھیرا کا لہم ہو گا سحر مئے کو ہے اب خطا غرق فنا ہوگی صواب آنے کو ہے

عاصیوں سے شانِ حرمت کا اشارہ ہو رہی  
ہو نہ مضطر شافعِ روزِ حساب آنے کو ہے

## نعت

ہسکا وہ گلِ بولاک لما جب یثرب کے گلزاروں میں  
توحید کی نہکت پھیل گئی تثلیث کے سارے ادا روں میں  
عالم سے چھالت دور ہوئی دنیا سے جہاں کا فور ہوئی  
مندر میں بپا ہے شورِ ازاں توبہ کی صدا مینخواروں میں  
وہ دولتِ سرخفی دہلی جو طیبہ کی گلیوں میں لٹی



اربابِ ہوس کو وہ نہ ملی سلطانوں کے درباروں میں  
اے ابرِ سخا، ہاں جھوم کے آئے شورِ عطشِ پیاسوں میں پیا

اے جانِ سیجا چشمِ عطا اب تاب نہیں بیماروں میں  
ہیں تیری گلی کے خاکِ بسز صدِ قیصر و کسری سے بڑھ کر

ہیں تیری ادا کے دیوانے خود دنیا کے ہشیاروں میں  
وہ جس نے دیا منزلِ کا پتہ وہ جس نے بتائی راہِ خدا

گم کر وہ منزلِ قافلہ تھا جب غم کی راہ گزاروں میں  
جو رنگ جہاں میں نہور کا ہے۔ صدقہ یہ اسی کے نور کا ہے

ہے اس کی تجسلی تاروں میں ہے اسکی ہلک گلزاروں میں  
اب خوابِ فنا سے اس کو جگا پھر مسلم خوابیدہ کو سنا

جو نعرہ حق کو نجات تھا کبھی میدانوں میں ہزاروں

سرسبز ہوا گلزارِ جہاں فیضانِ حجابِ رحمت سے  
پھولوں کا تو مخفی ذکر ہی کیا باقی نہیں سختی خاؤں میں

## نعت

|                                    |                                   |
|------------------------------------|-----------------------------------|
| جب نور نبی محفلِ امکان میں آیا     | اک زلزلہ سا کفر کے ایوان میں آیا  |
| ذریعہ آدم کی ہدایت کی غرض سے       | وہ نورِ خدا پیکرِ انسان میں آیا   |
| و اشمس کا رخ سورہ و اللیل کے گیسو  | وہ ماہِ مہین جامہٴ قرآن میں آیا   |
| تبلیغِ رسالت کی سند ہاتھ میں لیکر  | وہ ماہِ عرب بدر کے میدان میں آیا  |
| آتی تھی ندائِ پردہ لاہوت سے پیہم   | محبوبِ خدا محفلِ امکان میں آیا    |
| ہو گا مری رحمت سے سرِ شہرِ ہم آغوش | اس رحمتِ عالم کے جود امان میں آیا |

۱۔ نوٹ۔ امکان و غیرہ میں نون کا اظہار خلاف قاعدہ ہے۔ لیکن بندش کی سلاست کے پیش نظر اس کو رد رکھا گیا ہے

ہکا دیا جس پھول کی بہت نے جہاں کو      وہ پھول عرب کے چمنستان میں آیا  
 وہ موردِ خاص آیہ اُمُکُنْتُ لَکُمُکَا      اتمامِ نعم کو عربستان میں آیا  
 وہ صدرِ نشیں مسندِ لولاک لک      شانِ اپنی دکھانے کو عجبتان میں آیا  
 مخفی جو رہا آ کے مدینہ کی گلی میں  
 کب بارگاہِ قیصر و خاقان میں آیا

## نعت

ہے نورِ خدا رونقِ ایوانِ مدینہ      جنت سے فزوں تہ ہونہ کیونِ شانِ مدینہ  
 جنت کی بہاریں ہوئیں قربانِ مدینہ      وہ گل جو ہوا زینتِ بستانِ مدینہ  
 رہتی ہے جہاں بھیک میں کونین کی دست      وہ در ہے درِ رحمتِ سلطانِ مدینہ  
 کب ہوتے ہیں پورے دلِ مشتاق کے اربا      کب دیکھتے بلواتے ہیں سلطانِ مدینہ

آگے رگڑتے ہیں ملک اپنی جبین کو  
 اے صلّ علیٰ رفعتِ ایوانِ مدینہ  
 ہر درد کے دریاں کو ہر اکیر سے بڑھکر  
 تاثیر میں خاکِ درِ سلطانِ مدینہ  
 آئیں گی سرِ حشرِ بخشش کی ندائیں  
 فردوس میں داخل ہوں غلامانِ مدینہ  
 رضواں کو مبارک رہیں جنت کی بہاریاں  
 طالب ہے مدینہ کا ثنا خوانِ مدینہ  
 اے آبلہ پائی نہ کر اب شکوہ تفریر  
 ہیں عقدہ کشا خارِ سیاہانِ مدینہ  
 پائے گی سکونِ گرئیِ خورشید سے دنیا  
 محشر میں تیرے دامنِ سلطانِ مدینہ  
 ہے جس سے غلِ گلشنِ فردوس کا منظر  
 اللہ ری شادِ ابی بستانِ مدینہ  
 باطل کی شبِ تار ہے صد ہر درِ آغوش  
 چلوں سے ترے اے مہِ تابانِ مدینہ  
 امید ہے بخشش میں نہ اب یر لگیگی  
 پتے یہ ہیں جب سرورِ ذیشانِ مدینہ

آؤں نہ کبھی لوٹ کے پھر ہند کو مخفی

کروے مجھے تقدیر جو ہمانِ مدینہ

## ولادت

زباں سے اپنی پہلے تو خدا کا نام ساقی  
 مے وحدت کا پھر کبھک تازہ جام و ساقی  
 کہ جس کے نور سے سینہ مرا معمور ہو جائے  
 اندھیر گھر میں روشن شمع بنیم لور ہو جائے  
 شرابِ عشق کا ساغیر میں پی لوں تو بھر بھر دو  
 سرورِ سرور کی دل کو میرے بے خبر کر دے  
 نہ یہ فرضی فسانہ ہے نہ یہ قصہ کہانی ہے  
 مجھے تفسیر اس نورِ مطہر کی بتانی ہے  
 ادا ہو حق ثنا کا اس کی یہ طاقت کہاں کی  
 سرا فگندہ ہے خامہ اور عاجز زباناں میری  
 وہ جی ذاتِ اقدس باعثِ تکوینِ عالم ہے  
 وہ جس کا نام اہلِ رایہ تسکینِ عالم ہے  
 خدا کے نام کے ہمراہ جس کا نام آتا ہے  
 جو شکل وقت میں ہر بے نوا کے کام آتا ہے  
 تو سل گر نہ ہوتا اس دم اس نورِ مجسم کا  
 گنہ بخشا نہ جاتا حشر تک حوا و آدم کا  
 کئے جس کے لئے حق نے زمین و آسمان  
 ہوئی ہے جس کی خاطر محفل کو نکلا و بیدار  
 بتایا جس نے اگر عبد کو معبود کا رستہ  
 بھٹکتوں کو کھلایا منزلِ مقصود کا رستہ

کیا رنجِ جہاں میں جسِ سیمِ حق پرستی کو      مٹایا چیرہِ دوستانِ جہاں کی جبرِ دوستی کو  
زمانہ کو دکھائی اک نئی شانِ خوشِ سلو بی      مٹایا نقشِ کیں خوابی جسا کر رنگِ محبوبی

تمنا چاند کو جس کے رنجِ انور کے ہاے کی  
ہے مجھ کو آج لکھنا داستانِ اس کملی دالے کی

صبایہ کس کی آمد کی نویدِ جانِ فنا لائی      جہاں کے گوشے گوشے سے مسترت کی ہوا آئی  
اٹھا ابر بہاری جھوم کر اطرافِ عالم ہیں      ہوئی رحمت کی بارش چار سو اکنافِ عالم ہیں  
چمن پیرائے وعدتے دکھائی اپنی گلکاری      ہوا اقصائے گیتی پر نزلِ رحمتِ باری  
جو چل کر باغِ رضواں سو نیم مشکبار آئی      تو صحنِ باغِ عالم میں نئے سر سے بہا آئی  
گیما فصلِ خزاں کا دورِ ہنگامِ بہار آیا      چمن پر گھر کے ابرِ رحمت پر درو گار آیا  
یہ کس کے مصحفِ عارضِ کاری عالمِ تماشائی      یہ کس نے نور کے پردے کی ہو جلو آرائی  
شبِ بچور پر کس چاند نے اپنی ضیا ڈالی      تجلی رنجِ انور سے دنیا جگمگا ڈالی  
گردہ انبیاء میں سب اعلیٰ شان ہو سکی      رسالت اور نبوت پر سند قرآن ہو سکی

گروہ قدسیاں کس کو سلامی پیش کرتا ہے  
کسے پیر فلک خطِ غلامی پیش کرتا ہے

ہے کس کی تہنیت کا غل زمینوں آسمانوں میں

صدائیکبر کی آتی ہے کیا ٹیٹھے ترانوں میں

ملام ہے حکم یہ جبریلؑ کو درگاہ قدرت سے  
مزین ارضِ بطحا کو کریں ہر زیرِ زینت سے

زین کا ذرہ ذرہ مطلع انوار ہو جائے  
شمالِ روشن آج ہر کہسار ہو جائے

یہ عالم ہر کہ ہر شاخِ شجر پر و جب طاری ہو  
زباں پر پیوں کی کلمہ توحید جاری ہو

شرف ازبکہ پایا آمد محبوبِ یزداں سے  
فزون دلکشی میں باغِ گیتی باغِ رضوان سے

سلامی کیلئے شمس و قمر ہیں در پہ استادہ  
کھڑی ہو فوجِ انجم بہر استقبالِ آمادہ

سمندر اس خوشی میں امنوں میں اپنے بھر بھر کر  
برائے تہنیت حاضر ہیں لیکر بے بہا گوہر

پہر لائے ہیں تشریفِ رسمِ تاج پوشی کو  
ہمے ہیں رخِ رولماں در پہ حاضر سر فروشی کو

جو دیکھی شانِ تشریفِ آوری سید والا  
تو دل ہونے لگے خیلِ شیطاں کے تہ و بالا

بجھا ہو کر نگوں سرفرازِ مہر در کا شعلہ  
چمک اٹھا مثالِ برقِ شمعِ طور کا شعلہ





عزازیل اپنی قسمت پر کفِ فسوس مل کر  
 مٹاتِ ولات کہتے بہتِ حق سے یہ بہم بھلے  
 علمِ حجبِ بنِ بیضا کا سرِ فاراں پہ لہرایا  
 فلک سے جب لگی تبخیر کی آنے صدا بہم  
 نظر آئے زمیں پر کھیلے اسمِ ار قدرت کے  
 نہیں آج اپنے جامہ میں حرمِ مچھو لاساتا ہے  
 خلاق کو یہ جبریں امیں مژدہ سناتے ہیں  
 وہ سرورِ اعظمِ فخرِ عربِ سلطانِ دیں آیا  
 وہ نورِ لم یزل فخرِ رسالت بن کے چمکے گا  
 سحر نے حق سے اپنی اتجاؤں کا ٹھہرایا  
 تماشے دلی اپنی خلیسلِ مدد نے پائی  
 بجیا کرتی تھی ذاتِ لم یزل خود جس کا نظارہ

صنم خانوں میں رو دیتا، سوزِ غم سو جل جل کر  
 بڑھتے آبرو ہو کر تھے کوچے سے ہم نکلے  
 پے نذرِ شہِ دینِ کفر لیک کر اپنا سر آیا  
 زمیں نے گر کے سجدے میں کیا شکرِ خدا لازم  
 کھلے ارض و سما کے قلب پر انوارِ قدر کے  
 پے تعلیمِ آقا سر کو سجدہ میں جھکاتا ہے  
 اٹھو تو عظیم کو محبوبِ حق تشریف لاتے ہیں  
 مددگارِ دو عالمِ رحمتِ للعالمین آیا  
 جہاں میں میرِ برجِ جلالِ بن کے چمکے گا  
 ازل سے رات جس کی منتظر تھی وہ قمر آیا  
 تمنا حضرتِ عیسیٰ کی فضلِ حق سے برآئی  
 ہوا ہے منزلِ ہستی میں وارد اب وہ ہمارا

علم ہوتے ہیں اب جھنڈے جہاں میں ہیں یہی کھڑے رہتے ہیں قیمت کو پجاری لات و عورت

اٹھو تعظیم کو شاہ ہدی شریف لاتا ہے

مٹانے کفر کی ظلمت سراپا نور لاتا ہے

سلام

ظاہر ہوا افت پر جس دم وہ ماہ ہستی آیا قدم پہ تھکنے اقبالیت پرستی

حسنِ عمل سے بدلے اندازِ چیرہ دستی ہم اوج ہے فلک سے بختِ زمیں کی پستی

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

دربارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

تا باں افت پہ دیکھا جب نورِ اتولیس کو رحمت لئے کھول اپنے آغوشِ نازنین کو

پڑا لیا گلے سے اس نازِ انسرین کو آئی نڈاسے ہاتھ ہر ساکنِ زمیں کو

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

دربارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

خالق نے جب ادا کی محبوب کی سلامی      تحریر دی فلک نے لکھ کر پے غلامی

روح الامیں بڑھ کر توسن کی باگ تھامی      پیغام یہ رسالت لائی بہ شاد کامی

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

در بارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

جس کے فراق میں تھی کعبہ کو سو گداری      گھر آئینہ کے چمکا وہ نورِ فائت باری

روح الامیں کی آئی آواز پیاری پیاری      بطحائیں آرہی ہے محبوب کی سواری

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

در بارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

جب فصلِ گلِ کعبہ کو ابر بہار آیا      گلزارِ ہاشمی میں تازہ ٹہمسار آیا

جب عیدِ خسروِ گل بر روئے کار آیا      دورہ مٹا خنداں کا ہاتھ پکار آیا

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

در بارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

آغوشِ آنس میں وہ آج جلوہ گر ہے      جس کی تجلیوں سے شبِ مطلعِ صحر ہے  
شمشیر ہے خدا کی اسلام کی سپر ہے      فاراں کا دھڑا باں بیشرب کا وہ قمر ہے

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں  
دربارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

گلزارِ سردی کی نکتِ فزا ہوائیں      کیونکر مشامِ جاں کو خوشبو نہ کرنے آئیں  
رحمت کی اٹھ کے برسیں ہر چار سو گھنٹائیں      لازم ہے یہ ترانہ جو ششِ طرب میں گائیں

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں  
دربارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

صحنِ حین میں گونجے عشرت کے شادیانے      شاخوں نے مل کے گائے توحید کے ترانے  
قدرت لگی لٹانے عرفان کے خزانے      گلشن میں یوں گلوں سے جا کر کچا صبا نے

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں  
دربارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

روئے سحر سے حق نے شب کا نقاب اٹھایا ہر ذرہ جہاں کو پر تو سے جگمگا یا

نصرت نے بڑھ کے مژدہ دنیا کو یہ سنایا نویں ربوت باہم افق پہ آیا

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

در بار مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

خلق میں خدا کی گفتار بن کے آئے باطل کے آگے حق کا کردار بن کے آئے

صنع ازل کے رنگیں شہ کار بن کے آئے نبیوں کے کافلے کے سالار بن کے آئے

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

در بار مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

وہ نور حق ہوا جب عالم میں جلوہ آرا اور جہ فلک پہ چمکا مزدور کا ستارا

جامہ ہوا عریب کی نخوت کا پارا پارا بازی میں زندگی کی ایماں سے کفر پارا

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

در بار مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

ہو کر لگا کے حق نے باطل کے قصہ ڈھائے      تبکیس کی صدا نے شمت و جہل ہلائے

دُنیا کے سرکشوں نے فرقِ ادب چمکائے      کہتے یہ دستِ بستہ پیشِ حضور آئے

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

دربارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

جب تاجِ سر پہ چمکا اجلالِ سروری کا      بستی نے ہنس کے دیکھا منہ چرخِ جنبری کا

جھنڈا ہر انگوں سے ظلم و ستم گری کا      پرچم گرازمیں پر صنمِ آذری کا

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

دربارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

صبحِ طرب نے کھینچا نقشہ نئے عمل کا      دُکھا بجا جہاں میں محبوبِ المِ نزل کا

محفِ یں کافہ کا پیر و نہایت کا جامِ چمکا      ساتی نے وا کیا درِ مخانہ ازل کا

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

دربارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

باطل پر جس نے حق کا سکہ بٹھا کے چھوڑا جس نے دنیٰ کا نقشہ کیسر مٹا کے چھوڑا

بنیاد کو خود می کی جس نے ہلا کے چھوڑا بیت الصنم کو جس نے کعبہ بنا کے چھوڑا

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

دربارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

توحید کا جہاں میں ڈنکا بجانے والا الحاد کا چراغ ہستی بھانے والا

کثرت میں سب کو نورِ وحدت دکھانے والا بھٹکے ہوؤں کو حق کا رستہ بتانے والا

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

دربارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

مشرق سے تا مغرب ہے فیضِ عام جس کا تخیل سے بشر کی برتر مقام جس کا

چمکے کام جس کا پیارا ہے نام جس کا گلزارِ خلد جس کا دارِ اسلام جس کا

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

دربارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

دل میں بسا ہوا ہے رنگ بہارِ طیبہ      نظروں میں پھر رہے ہیں نقش و نگارِ طیبہ  
جاں ہے فدا کئے طیبہ دل ہے نثارِ طیبہ      آقا ہیں دکھا دے اب وہ دیارِ طیبہ

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

در بارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

حسنِ عمل کے گل اور گلدستہ صداقت      ہو دل کا آئینہ ہر ازلے و فجرت  
اشکوں کے موتیوں کی لڑیاں پے عقیدت      دیکھ یہ نذر سوئے کاشانہ رسالت

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

در بارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں

اے تاجدارِ امت نذرِ سلام لیجئے      اے شہرِ یارِ باقیات نذرِ سلام لیجئے  
اے ماہِ اوجِ رفعت نذرِ سلام لیجئے      اے آفتابِ عظمت نذرِ سلام لیجئے

آؤ ادب کا تحفہ سب خاص و عام بھیجیں

در بارِ مصطفیٰ میں نذرِ سلام بھیجیں



## مَدَنی آقا سے

اے میحائے دلِ نزار کہاں ہے آجا      جاں بلب ہیں ترے بیمار کہاں ہے آجا  
اے نشاطِ جگر افکار کہاں ہے آجا      مر چلے تشنہ ویدار کہاں ہے آجا

ہم پہ ہے نزعۂ افکار کہاں ہے آجا

عینِ گرداب میں ہے کشتیِ اہت اس دم      المددِ الممدد اے پشت و پناہِ عالم  
سوئے طیبہ نظرِ حزن اٹھا کر سیہم      یاس سے دیکھتے ہیں ساحلِ امید کو ہم

ڈوبے ڈوبے ترے لاچار کہاں ہو آجا

لٹ گئی سب ترے گلشن کی بہارِ جاوید      اب نہ وہ باوہار می ہو نہ وہ روزِ سعید  
عصرِ نو کی ستم انگیز جھاؤں کے شہید      منتظرِ ویر سے بیٹھے ہیں لگائے امید

اے ستم ویدوں کے غمخوار کہاں ہے آجا

اب نہ ساتی ہو نہ میکش میں نہ وہ میخانے      ہر نگاہوں خاک پہ روتے ہیں تھے پیانے

پھر اسی جام کے طالب ہیں تمہے مستانے جس کو سیکڑے مینوش بے فزائے

نے کے وہ بادۂ ہشیار کہاں ہے آجا

جلوہ افروز بتا کون سے ایوان میں ہے تو کعبہ رب میں کہ شیر کے گستاں میں ہے آ

خلوتِ عرش میں یا خلد کے بستان میں ہو تو روح کے سوز میں ہی مایلِ یلاں میں ہے آ

ڈھونڈتے ہیں یہ پستار کہاں ہے آجا

نگہِ ناز سے اب عشق کو گھائل کر دے حسن کو پھر سب گرجی محفل کر دے

جلدِ آساں دلِ فجور کی مشکل کر دے چاکِ بند ذرا پر دہِ محفل کر دے

صانعِ حسن کے شہکار کہاں ہے آجا

رو کے ہم حالِ دل زار ستائیں کبتک اشکِ غم دیدہ پرخوں سے بہائیں کبتک

غمِ برگشتگی بخت اٹھائیں کبتک دیرِ اغیار پہ ہم ٹھوکریں کھائیں کبتک

خستہ حالوں کے مددگار کہاں ہے آجا

اب وہ حالت ہے کہ بہبود کے آثار نہیں دلِ آگاہ نہیں دیدہ سبدا نہیں

ہم وہ پونجی ہیں کوئی جس کا خریدار نہیں یوں بھٹکتے ہیں کہ تو رونق بازار نہیں

جنس کا سد کے خریدار کہاں ہے آجا

جس کے اقبال سے مرتخ بھی تھرتاتا تھا جس کے آگے سرخو رشید بھی جھک جاتا تھا

جس کی شوکت کی قسم پیر فلک کھاتا تھا سبز چھنڈا جہاں اسلام کا لہراتا تھا

لٹ گیا آج وہ دربار کہاں ہے آجا

ہاتھ تھے قبضہ شمشیر و دم پر جن کے سر آفاق تھا ختم نقش قدم پر جن کے

آہ چھنڈے تھے گڑے روم عجم پر جن کے فخر کرتا تھا جہاں جاہ و حشم پر جن کے

وہ مسلمان ہیں اب خوار کہاں ہے آجا

اکفر کی حق کے مقابل میں فراوانی دیکھ وشت آفات ہیں دامندوں کی حیرانی دیکھ

شان مندر کی کلیسہ کی جہان بینی دیکھ اپنے ایوانِ فلک یوس کی ویرانی دیکھ

اجڑی ٹگری کے گچھدا کہاں ہے آجا

آؤرا دیکھ ہمیں عالم تنہائی میں تیرے خدام ہیں کس ذلت و رسوائی میں

ہیں عدو عیش و تنعم کی دل آرائی میں اور ہم فقر و مصیبت کی پذیرائی میں

بخت ہے درپے آزار کہاں ہے آجا

جن کو لٹا تھا سلاطین زمانہ سے خراج آج وہ نانِ شبینہ کے لئے ہیں محتاج

کیا خطا ہو گئی اے زینتِ بزمِ معراج ہم سے برہم ہوا کیوں سرورِ عالم کا مزاج

رحم کرا احمد مختار کہاں ہے آجا

جاں بلب ہیں نگہِ لطف گھڑی بھر کر دے مزیدِ خشک کو اسے ابر کرم تو کر دے

تیرہ بختوں کے مقدر کو اجاگر کر دے عاشقوں کی شبِ بھراں کو منور کر دے

ہاشمی ماہِ پیرا نور کہاں ہے آجا

## بادِ صبا سے

وہ مقدس ارضِ طیبہ میرے آقا کا دیار جس کے گلشن میں ترنم ریز ہے بادِ بہار

نزدِ بہتِ بارغِ ارم جس کی لطافت پر نثار جس میں محوِ استراحت ہے وہ شادِ نثار

آستانِ پاک جس کا ہے تری جائے خرام

اے صبا اس الٰہی طیبہ سے کھدینا سلام

حکمرانی شوق کی ہو جب تری پرداز پر      جذبہٴ دل لیکے پہنچے اس حصرِیم ناز پر  
جب کھلے بابِ اجابتِ نالہٴ دم ساز پر      جب سنلے اپنا نغمہٴ مکرمت کے ساز پر

میری جانب سے چمکا کر سر کو با صدا احترام

اے صبا اس الٰہی طیبہ سے کھدینا سلام

ہے نئی مے اور نرالا جس کے میخانے کا رنگ      نورِ قدرت سے ہے روشن چمکے کاشانے کا رنگ  
سارے رنگوں سے ہو لکشم جس کے پیما کا رنگ      چھپ نہیں سکتا جہاں میں جس کے مستانے کا رنگ

تشنہ لب کہتا نہیں زردوں کو جس کا فیضِ عام

اے صبا اس الٰہی طیبہ سے کھدینا سلام

حسن کی زینت و فا کا رنگ، زیبائی کی شان      وہ شمعِ دلبری ہے جس میں یکتائی کی شان  
لالے میں غنچے میں گل ہیں بسکی رعنائی کی شان      تہرے سیکھی ہے جس سے عالمِ آرائی کی شان

وہ تجیل سے بشر کے جس کا اونچا ہے مقام

اے صبا اس والہی طیبہ سے کہ دنیا سلام

سورہ واللیل کی تفسیر گھوٹا لے بال کھل مازغ البصر آنکھوں میں ڈورے لال لال  
تھے ڈھلے دھنس کے سانچے میں جس کے خطا خاں جس کی مشیہا ہے خدائی جس کا عاشق ذوالجلال

جنت عالم تقب ہے اور جنت حسن کا نام

اے صبا اس والہی طیبہ سے کہ دنیا سلام

روحِ محفل بھی ہے وہ زینتِ محفل بھی ہے حسن کا پیکر بھی ہے اور عشق کا حبل بھی ہو  
محرمِ فائق بھی ہے مخلوق اسے حاصل بھی ہو کتنی ملت گنہ گنہ گنہ بھی ہے ساعل بھی ہے

ہے یقیناً عرش پر بھی حسین کا واجب احترام

اے صبا اس والہی طیبہ سے کہ دنیا سلام

جس نے مضمحل کفر کے وحدت کے عنوان کر دیئے جس نے ریختاں درگ گل بدلاں کر دیئے  
جس نے سینے مخزنِ انوارِ سرفاں کر دیئے خاک کے دتے حیرتِ ہتریاں کر دیئے

جس نے بخشا ہے نواؤں کو حکومت کا نظام

اے صبا اس الٰہی طیبہ سے کہدینا سلام

آفتابِ چرخِ عظمتِ زندگی کی صبحِ عید      بے سہاروں کا سہارا امیدوں کی امید

جس کو دی خلاقِ عالم نے فتوحاتی کی نوید      جس کے حصے میں پڑی یا شفاعت کی کلید

ساقیِ تسنیم کو شرابِ مالکِ دارالسلام

اے صبا اس الٰہی طیبہ سے کہدینا سلام

جس کی خوبوہ جسکی سیرت جس کی شکلِ نازش      دل پذیر و دل پسند دل فروز و دل نشین

جس کی رفعت سے نخل ہے گنبدِ چرخِ بریں      ماند تا باقی ہے جس کی ہیں مہ و ہر مہیں

جس کا وحشیمِ حقیقت کے لئے بیتِ الحرام

اے صبا اس الٰہی طیبہ سے کہدینا سلام

اس کو کہیے کہ شکِ گیتی کی قنیلِ حیات      وہ تجلی جس سے روشن ہو بساطِ شش جہات

جس کے قدموں پر چمکی آکر جبینِ کائنات      محو ہو کر رہ گیا باطل لگشس بے ثبات

بن کے چمکا جو عرب کے چرخ پر ماہ و تمام

اے صبا اس الہی طیبہ سے کہدینا سلام

منتشر تھا خلق میں توحید کا ہر نابہ ساز  
تھی رخ ایماں پہ بھری کفر کی زلف دراز

تشنہ تکمیل اک مدت سے تھا ہستی کا راز  
آگیا آخر مجسم ہو کے لطف کار ساز

ہو گئی معدوم جس کے نور سے باطل کی شام

اے صبا اس الہی طیبہ سے کہدینا سلام

چہر کر ساز خودی توحید کی مضرب سے  
نیند کے ماتوں کو چو نکا یا فنا کے خواب سے

موج عرفاں کی اٹھا کر منبر و محراب سے  
بھرو یا دنیا کا دامن گوہر نایاب سے

جس نے کی سیراب عالم کی نگاہ تشنہ کام

اے صبا اس الہی طیبہ سے کہدینا سلام

منظر حسن ازل تخلیق کا لب لباب  
اک نگہ نے جس کی فروں کو بنایا آفتاب

دامن قالاں سے اٹھی وہ شعاع شعلہ تاب  
کر دیے جس نے عرب کے سنگ خار اعلیٰ تاب



جس کی آمد نے بدل ڈالا نظم صبح و شام

لے صبا اس والہی طیبہ سے کدینا سلام

جس کی جرات سے صفیاء میں رستاخیز ہے      صبر جس کا کر بلا کے بن میں جلوہ ریز ہے  
تقر جس کا سلطنت کی شانِ دل آویز ہے      جس کے دیوانوں پہ قرباں دولت پر ویز ہے

دارثِ تاج کیانِ تختِ جم جس کے غلام

لے صبا اس الہی طیبہ سے کدینا سلام

جب تری قیمت ہو حامی اور ہو یاد نصیب      غنچہ دل ہو شگفتہ جا کے منزل کے قریب  
جب جگائے طالع خفتہ کو آوازِ نقیب      تیری چشم آرزو ہو اور دربارِ حبیب

جلوۂ محبوبے جب ہو لیں نظریں شاو کام

لے صبا اس الہی طیبہ سے کدینا سلام

اگرچہ میر غم وہ غم ہے جو نہ لب تک آ سکے      پھر بھی میری عرض ہو گر دم مجھ پر کھا سکے  
اک مر پیغام ہے لیا اگر لے جا سکے      اس حریمِ ناز تک پہنچا اگر پہنچا سکے

کون لیجائے سو آتیرے پیامِ مستہام

اے صبا اس الہی طیبہ سے کہدینا سلام

وہ وقت سوزِ حسرت گریہ لائے نیم شب  
ہیں وہ درِ خالی ہے جن سے تیرا آغوشِ طلب

شہرت ویدار کی پیاسی نگاہِ تشنہ لب  
خاطرِ غم آشنا جانِ گرفتارِ تعب

پیش کر کے میری جانب سے یہ نذرِ نامِ سام

اے صبا اس الہی طیبہ سے کہدینا سلام

جاں اسیرِ و امِ غم دلِ طالبِ ویدار ہے  
دروِ بحرِ ال کی بدولتِ زلیست بھی دشوار ہے

بختِ دشمن ہے زمانہ بر سرِ پیکار ہے  
زندگی سے ہم قہارم سے ابلہِ بیزار ہے

محنتِ عبود کی جانب سے کہہ کر یہ پیام

اے صبا اس الہی طیبہ سے کہدینا سلام

دشمنِ دل کو وہ نازِ دل پرانہ چاہیے  
دروِ صحر کو شیرِ سنگِ آستانہ چاہیے

زیستِ کدواں رحمتِ میں اُٹکانہ چاہیے  
ہر کے اک ڈالی پرانے آشیانہ چاہیے

کہہ کے بس یہ آرزوئے ابتداء اختتام

اے صبا ارح النی طیبہ سے کہہ دینا سلام

## بشریکے جانے والے سے

اے دیارِ شہ زیباہ کے جانے والے خاص دربارِ شہنشاہ کے جانے والے

سرورِ خلق کی درگاہ کے جانے والے منزلِ رحمتِ اللہ کے جانے والے

ہم سے برگشتہ نصیبوں کی خبر لیتا جا

یا سلام دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

جہکومت نے دکھائے ہیں یہ ایامِ سعید کیوں نہ ہو اور جِ شرفِ پیر ہے ترانچمِ آسید

تو ہے اور گلشنِ یثرب کی ہر سارِ جاوید میں نہیں جلوہ جاناں کے اگر قابلِ دید

فرشِ رہ کے لئے تو میری نظم لیتا جا

یا سلام دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

شکر کردل سے اداجت کی بیداری کا تو ہوا خیر سے موردِ کرم باری کا  
ہاں مگر پاس ہے رسم و فاداری کا شغل ہو تا در محبوب گہر باری کا

ہو ضرورت تو مرے دیدہ تر لیتا جا

جاسلام دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

ضو فشاں جب تری قیمت کا ستارا ہوگا سامنے مسکنِ محبوب دل آرا ہوگا

گنبدِ سبز کا جی بھر کے نظارہ ہوگا باریابی کا سر بزمِ اشاہ ہوگا

اپنی رنگین بیانی میں انز لیتا جا

جاسلام دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

جب ملے آہ رسا کو تری اذن پر واز پہنچے تقدیر تجھے لے کے سرِ محفلِ ناز

کوئی تحفہ تو نہیں لائقِ سلطانِ حجاز مگر اک عرض ہے ناچیز کی اے بندہ نواز

نذر کو چشمِ عقیدت کے گہر لبتا جا

جاسلام دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

ڈوبتی ناؤ کو ساحل پہ لگانے کے لئے      بند آفت سے اسیروں کو چھڑانے کیلئے  
میری سوئی ہوئی قیمت کو جگانے کے لئے      قصہ کاوشِ غم ان کو سنانے کیلئے

روح میں سوزِ عاؤں میں اتر لیتا جا

جاسلام دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

آہ میں طاقت پر داڑ نہیں ہے نہ سہی      عشق میں جذب کا انداز نہیں ہے نہ سہی

نالہ تاثیر سے دم ساڑ نہیں ہے نہ سہی      دل تجلی سے سرفراز نہیں ہے نہ سہی

میری شب کرنے کو ہمرنگ کر لیتا جا

جاسلام دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

پہنچے جب سرورِ کونین کے کاشانے پر      کہیو اب روح ہے آمادہ بیکل جانے پر

تنگ ہے جامہ ہستی ترے دیوانے پر      دل بیتاب بہلتا نہیں بہلانے پر

خبر شیفتہ خاک بسر لیتا جا

جاسلام دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

سرمیہ او بارہ کی گھنگور گھٹا چھائی ہے      طاقت ضبط نہ یارائے شکیبائی ہے

تیرے بدخواہ ہیں اور انجمن آرائی ہے      تیرے خدام ہیں اور دولت و سخائی ہے

عرض یہ پیش نہ جن و بشر لیتا جا

جاسلام دلِ فسیدہ جگر لیتا جا

اسلام اسے شہ کئی مدنی السربنی      اسلام اسے قسم شہ شہی و مطہلی

اسلام اسے مدہ اوج فلک خوش لقی      اسلام اسے گھر قلم عالی نسب

وہ آقا یہ حقیقت سے غلام آئے ہیں

ہند کے خستہ جگر ہر سلام آئے ہیں

لیجئے بند مصیبت کے ایسروں کا سلام      لیجئے یاشہ کو نہیں فقیروں کا سلام

لیجئے اسوۂ ہم کیس کے حقیروں کا سلام      قوم کے طفلوں کا برتاؤں کا پیروں کا سلام

گر سلام اپنا قبول نہ دلا ہو جائے

شب تاریک مصائب میں اجالا ہو جائے

## قصیدہ مہراج

لایا یہ قاصداً قبسال خیر آج کی رات  
جلوہ گریہ کا کوئی رشک فخر آج کی رات  
خیز یہ شوق سہم ہمدوش اشراق کی رات  
کل گئے صفت مساوات کے درآج کی رات  
بندہ خالق کا ہے منظر و نظر آج کی رات  
عبد ہمان ہے معبود کے گھر آج کی رات  
پیش آئینہ ہے خود آئینہ گر آج کی رات  
پڑھتے ہیں صل علی بن ابی طالب کی رات

مرحباً سید علی مدنی التبرہی

دل و جان با وفایت پیہ عجب خوش تھی

سدا ز فطرت پہ پڑی حکم ازل کی مضارب  
جو تک اٹھا خواب سے کوئین کا ہر تار و پاز  
پہنچا جسے شریک وہ خالق عالم کا خطاب  
کھول دے سورۃ وانجم کی تفسیر کا باب  
آج اسرار کے چہرے سے الٹ جائیں حجاب  
ظہن ارض کو تھکا سنے فروغ ہمتاب  
نخل طوبی کی ہر اکشاخ ہر دست مے ناب  
جلوہ گریہ کا کوئی آج ہر خاکند نقاب

مرحباسید کی مدنی العسری

دلِ جاں بادِ فدایت چہ عجب خوشِ نقیبی

باغِ ہستی سے خماں آج روانہ ہو جائے ہریشِ باغ کی خوشبو کا خزانہ ہو جائے

عامِ سکانِ فلکیں یہ فسانہ ہو جائے دیدِ محبوب کا مشتاقِ زمانہ ہو جائے

شرحِ دانش کی وہ حُسنِ یگانہ ہو جائے عنبریں زلف میں والیس کا شانہ ہو جائے

یہ کھڑی خشِ اُمت کا بہانہ ہو جائے ہر لبِ شاخ سے جاری یہ ترانہ ہو جائے

مرحباسید کی مدنی العسری

دل و جاں بادِ فدایت چہ عجب خوشِ نقیبی

آرزو آج کوئی تشنہ تکمیل نہ ہو کارِ انجیلِ مقاصد میں ذرا ڈھیل نہ ہو

اہلِ عالم پہ صعوبات کی تنزیل نہ ہو رنج کا نام نہ ہو عیش کی تسخیل نہ ہو

زندگی مرگِ مفاجات میں تبدیل نہ ہو دورِ ایامِ رُکے وقت کو تجھیل نہ ہو

گل کوئی آج کی شبِ عرش کی تسخیل نہ ہو غافلِ آدابِ مدارات سے جبیریل نہ ہو



مرحباً سید مکتی مدنی العسری

دل و جان باد فدایت چہ عجب شوق لقی

|                                       |                                       |
|---------------------------------------|---------------------------------------|
| جا کے پہلے مرے محبوب کی غمخوار رہی کر | خاکِ بطحانیں ادا رسم پرستاری کر       |
| شوق سے عین عقیدت کی خریداری کر        | حکمِ رفوداں کو پیسے غاشیہ برداری کر   |
| بزمِ ایجاد میں احکامِ طرب جاری کر     | کہہ دے گردوں کو مذاہبِ شوقِ سنگاری کر |
| بنداکِ شب کے نو طاعتِ سرکاری کر       | اُٹھ کے مہاں کی پذیرائی کی تیاری کر   |

مرحباً سید مکتی مدنی العسری

دل و جان باد فدایت چہ عجب شوق لقی

|                                      |                                       |
|--------------------------------------|---------------------------------------|
| آئے جبریلِ امین سن کے یہ فرمانِ شتاب | دیکھا وہ عرشِ نشیں خاکِ ہے مائلِ خواب |
| رُخِ روشن پہ بستم ہے مثالِ ہتھاب     | جیسے ہو موسمِ گل میں کوئی غنچہ شاداب  |
| دیکھے آوازِ جگانا تھا غلاتِ آداب     | جذبِ باطن سن گئے واکرم و لطفِ کباب    |
| ہنس کے کی عرض کہ ایسر و تقدیرِ آس    | یاد کرتا ہے تہیں آج خدا سے وہ آب      |
| مرحباً سید مکتی مدنی العسری          | دل و جان فدایت چہ عجب شوق لقی         |

وادیِ قدس کا عازم ہوا وہ محرمِ راز  
جذبہ شوق نے پائے پرو بالِ پرواز  
اللہ براقِ نبویؐ کی تگ تار  
طے ہوا آن میں وہ مرحلہ دور و دراز  
ایک بیک حضرت جبریلؑ کی آئی آواز  
آگئے بزمِ گہرِ قرب میں سلطانِ حجاز  
سُن کے یہ شردہ جاں بخش بے شوق و نیاز  
خویش گانے لگیں بچنے لگا فردوس میں ساز

مرحباً سیدِ مکی مدنی العربی

دل و جاں بآفدائیتِ چہ عجیبِ شِش لقی

کون یہ رشکِ چینِ غیرتِ گلزار ہے آج  
کس کی خوشبو سے جہاں طباہِ عطاء ہے آج  
کون تو سین کی مسند پہ ضیا بار ہے آج  
کس کا اقبالِ جہاں عاشقِ بردار ہے آج  
کس کی تائید پہ عالم کا مددگار ہے آج  
کون نبیوں کی امامت کا سزاوار ہے آج  
کس کی تنویر سے آفاق پر افوار ہے آج  
ہر سخنِ سنج کے لب پر یہی گماں ہے آج

مرحباً سیدِ مکی مدنی العربی

دل و جاں بآفدائیتِ چہ عجیبِ شِش لقی

# مسلم دربار رسول میں

|                                         |                                        |
|-----------------------------------------|----------------------------------------|
| اے حبیبِ رب اکبر اے رسولِ نامدار        | واسطے فریاد کے ہیں در پہ حاضر جاندار   |
| واقفِ اسرارِ حق اے حامیِ دینِ متین      | مقتدائے اتنیار اے پیشوائے مسلیں        |
| تیرے اخلاقِ نیکو کا مصحفِ ربّ ثبوت      | ہی تری ماحیت سر خود ذاتِ حئی لایموت    |
| آیتِ اِنَّا فَتَحْنَا آتِی تیری شان میں | سَوْفَ يُعْطِیْكَ کہا اللہ نے قرآن میں |
| اے سریرِ آئے عالم اے شہرِ بیکسِ نواز    | ایک جا بیٹھے تری محفل میں محمود و ایاز |
| پھیلا ہی عالم میں شہرہ تیری فیضِ عام کا | تیری دم سے ہی تر و تازہ چینِ اسلام کا  |
| پاک تعلیماتِ تیری بنائے اپنے کام        | آہِ ابدِ رہم و برہم وہ شیرازہ تمام     |
| روحِ چھوٹکی جسمِ مُردہ میں تھے اچھانے   | زندہ عالم کر دیا تکبیر کی آواز نے      |

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبْدِيًا ط (پارہ ۲۶ - سورۃ الفتحہ - رکوع ۱) بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلی ہوئی فتح دی۔ ط و کَسَوْنَا يُعْطِیْكَ نَزْلًا فَتْرَضٰی (پارہ ۳۰ - سورۃ الفتحہ) اور غفریب اللہ تعالیٰ آپ کو دیگا اور آپ خوش ہو جائیں گے۔

|                                         |                                          |
|-----------------------------------------|------------------------------------------|
| طالعِ خُفتہ بنی آدم کا آیا ہوش میں      | سو گیا تھا جو لپٹ کر کُفر کے آغوش میں    |
| عقلِ نکتہ سنج کو تھا جس کے حل کی انحراف | کر دیا اک قُل سوساں از نہاں کا انکشاف    |
| سقا یہ اندازِ معجزہ تیرے دمِ اعجاز کا   | بے پروں کو جس نے بخشا تھا شرفِ پرواز کا  |
| نصرِ جن کی طرح ڈالی تھی تری تعلیم نے    | ان کی بنیادیں ہلا دیں مغربی تعلیم نے     |
| رُست گئے ہم چھوڑ کر تیرے اصولِ زندگی    | بن گئے ننگ جہاں اور باغِ شہرِ شہرِ زندگی |
| خود پسندی سے بھڑے رُسوا سیرِ بازارِ ہم  | دادِ خواہی کو ہیں اب حاضر سیرِ دربارِ ہم |
| لے سپہ سالارِ اُمتِ وقت ہو ادا کا       | ہم پہ ہے طُرفِ ستم ہر باغی تہِ ادا کا    |
| ہے سفینہ اُمتِ مروجہ کا گرداب میں       | ایک ہنگامہ قیامت کا ہی شیخ و شاہ میں     |
| ہر رگ تن غم سے مٹل ماہی بے آبِ گہ       | جائے دل سینہ کے اندر قطرہ سیما بہ        |
| سایہ افگن ہوتا تھا جس کے سر پر خیر نور  | ہو نکلتی ان کے سینوں سے اب آہِ ناصبور    |
| حیثیتِ اقلیم کے جس کس کو تاج ہوں        | اب وہ یوں مانِ شہینہ کے لہو محتاج ہوں    |

لے نوٹ - قافیوں میں لپیٹائے نفی ہو تو میرے خیال میں توسیع کے لحاظ سے جائز ہونا چاہیے۔

جان مضطرب بلبلِ نالہ کش ہر جذبہ ہے      سنگِ دل ہے باغبانِ روزِ قفسِ کلبند ہے  
 تنہا سروں پر جن کے سایہ ابر کو ہر بار کا      ہے اب اُن بالائیں بیچِ سیلابِ اوار کا  
 تھے علمبردار جو کل شکرِ اسلام کے      اب وہ موردِ مہیاں میں گردشِ تائم کے  
 بزمِ شاہی کے نظاروں کی جولتِ یاب ہیں      اب وہ آنکھیں روزِ وقفِ گریہِ غائب ہیں  
 گرچہ اب ہم میں وہ پہلی سی ادا باقی نہیں      وہ مے و مینا نہیں، مے کش نہیں سیاقی نہیں  
 گرچہ یہ سچ ہے کہ تیری یاد سو بگائے ہیں      تیری شمعِ دین کے لیکن آج تک پڑنے ہیں  
 آئے گا کس دن ترا دریاے رحمتِ خوش ہیں      لیگا آشفقہِ دلوں کو لطف کی آغوش میں  
 پھر پیشِ سینہ میں پیدا کر اسی اعجاز سے      برقی ویرنیہ کو ٹپا پائے اسی انداز سے

محنتِ حیرت زدہ اب ختم کر نہ یاد کو

کر نہ وقفِ ناامیدی یوں دلِ ناشاد کو

## اِسْلَامِی سَالِ نو

مسافت کر کے طو دن بھر کی ٹنخ نور شب نے پھیرا  
فضا کی دہر پر ڈالا سکوتِ شام نے ڈیرا  
لگے آگے پہرِ خامشی نے گلستانوں میں  
ہوئے راحت گزینا کر پرندی آشیانوں میں  
بیٹا روز روشن نے سُرخ اپنا شب کی چادر میں  
کیا تاریکیوں نے آگے قبضہ بجا اور بر میں  
سکوتِ موت آکر چھا گیا دنیا کی بستی پر  
پڑی شب کی سیہ کفتی بلندی اور پستی پر  
چھپے شب کے دھندلکے میں نظر فروز نطائے  
زمین کا دیدہ حسرتِ نہ تکتے لگے تارے

نگاہیں ہمیری اتنے ہیں فلک کی سیر کر آئیں

پلٹ کر سالِ نو کا مژدہ فرحتِ انزل آئیں

اگر یہ سیرِ دل میں درو کیوں رہے اٹھتا ہے  
یہ سالِ نو، غمگینی! آہی ماجر کیا ہے  
یہ کیوں سیدِ پاشک آکھڑیں ہیں آج اُداسا آتا ہے  
یہ قلبِ مضطرب سینہ کیوں نکلا سا حاتا ہے

لے کھنی ہیں قاتلِ متحرک ہر گم نام بول چال کا لحاظ رکھا گیا ہے ورنہ چادر کا لفظ یہ آسانی آسکتا تھا۔

یہ کیوں جانِ خیز کو دردِ غم نے آکے گھیرا ہے  
 یہ کیا ہے آج گلزارِ جہاں بے رنگ بُکیوں ہے  
 فضاؤں پر یہ کیوں افسرگی سی آج طاری ہے  
 گلستانِ جہاں میں گم کیوں گویں گویں کرنا لے  
 یہ کس کے غم میں سنبل نے پریشاں کر دیے گیو  
 یہ آہوں کے شرارے کیوں سرگردوں لپکتے ہیں  
 یہ کیوں خورشید نے اڑھی شفق کی سرنج رو چاڑ  
 یہ کیوں اک بیکسی سی ہر طرف عالم پہ چھائی ہے  
 ہلالِ سایل نو تو ہی بتا تجھ کو ہوا کی بات  
 بتا وہ کوئی اُفتادِ قسمت نے دکھائی ہے  
 نہاں ہے یادِ اِیامِ سلف کی تیری سینے میں  
 نکلتا تھا فلک پر جب بعدِ شانِ خود آدنی  
 یہ کیا ہے آج جو پہنائے عالم میں اندھیرا ہے  
 یہ شورِ نالہ و فزاد و زاری کو بکو کیوں ہے  
 یہ ہر ذرہ کے دل میں کج کیسی بے قرار سی ہے  
 گلوں نے کس کے ماتم میں گریباں ک کر ڈالے  
 چین میں ملیں یہ نالہ کش ہیں کس لے ہر سو  
 فلک کی آنکھ سے کیوں فوجِ آنسو ٹپکتے ہیں  
 یہ کس کی یاد میں بیٹھا شہید آرزو ہو کر  
 یہ کیوں خیم کو اکب آنسوؤں سے ڈبڈبا رہا ہے  
 یہ کس غم میں خمیدہ ہو کر کیوں زرد چہرہ ہے  
 جو تو نے اپنی ایسی مانتی صورت بنائی ہے  
 نقوشِ عہدِ ماضی ہیں ابھی دل کے نگینے میں  
 تو اک عالم ترسے جلوہ کا ہوتا تھا تماشا خانی

خوف و شوق میں ہر آنکھ محو دید ہو تی تھی تری آرزو مانہ کہ نوید غیب ہو تی تھی

گلستانِ جہاں میں تیری آمدی بہا آتی ترے پردہ میں گویا رحمت پروردگار آتی

سکونِ قلب مضطرب تخیلِ متحرک کا نظارہ تری آغوشِ الفت تھی ہیں عشرت کا گوارہ

ترے دامن میں سوئی قسمتیں بیدار ہو تی تھیں تری ہر تسوسے غم کی غلستیں صندوقِ بار ہو تی تھیں

مگر یہ آہ کیسا انقلابِ دہر فانی ہے

کہ اس تیرا تصویر ہی پیامِ نوہ خوانی ہے

تھے جب اُس نے دیکھا رازِ سوز و درد کا جو یا دل پر غم سے کھینچی آہ اور پھر لوں ہوا گویا

یہ وہ بارِ اہم ہے جو اُسٹا یا جا نہیں سکتا جو دل میں ہے زباں پر آہ لایا جا نہیں سکتا

شکستہ ہے دل غم دیدہ بے قضا زباں اپنی سسائے کون اب تم کو یہ پر غم داستان اپنی

دبار پہنے دو سیدھے میں سکر سوزِ نہاں میرا لہجہ میں ساتھ میرے جاگے گا اندر وہاں میرا

انشاء انگیز دل غم کا نشانہ رہ گیا ہر دم میں اب آپ اپنی آہی کا نشانہ نہ رہ گیا ہر دم

سراپا درد ہوں تلخی کش جو رہتا تھا ہوں زمانہ جس پر رہتا ہے وہ ناکام تھا ہوں



بھلا کس کو مجالِ گفتگو ہو حکیمِ قدرت میں  
 اتل کے دن لکھی تھی نوہِ فغانی میری قسمت میں  
 تھے کیا گریہ غمِ مجد الحم اندوز ہستی کا  
 کہ میں نے پایہِ رفعت پہ نہ دیکھا ہستی کا  
 مری راحت کا سماں میری قسمت پہ بٹا ڈالا  
 ستم کی بجلیوں نے خرمنِ ہستی جلا ڈالا  
 ہوا ہوں خانماں پر بادِ ایسا بزمِ ہستی میں  
 قلق آباد ہے جائے مسترتِ دل کی بستی میں  
 یکایک ہو گیا برگشتہِ سختِ نارسا میرا  
 نہ جانے ہو گیا ناراض کیوں مجھ سے خدا میرا  
 بچھا یا بادِ صرصر نے چراغِ آرزو میرا  
 اُجاڑا رہنوں تے تل کے باغِ آرزو میرا  
 مری عشرت کا سماں عشرتِ آلام نے ٹوٹا  
 جھائے چرخ نے اور گردشِ آہم نے ٹوٹا  
 کبھی میں بھی تھا چرخِ دولت و عظمت کا سیارہ  
 مگر اب ہوں شبِ تاریکِ روئے غم میں آوارہ  
 کہا گردش نے پامالِ خواںِ جہنمِ چین میرا  
 میں اک درمانہِ منزل ہوں غربتِ وطن میرا  
 بتاؤں کیا مری قسمت ہے جو مجھ کو دیئے چرکے  
 لگا دی آگ گھر میں خود چراغوں نے مری گھر کے  
 مرقعِ میری ناکامی کا وہ اندوہ گیں منظر  
 وہ حسرتِ غیر، عبرتِ ناک، حیرتِ آفریں منظر  
 زمانہ کو جو عبرت کا سبق ہر سال دیتا ہے  
 وہ حسرتِ خیز نظارہ مری آنکھوں نے دکھایا ہے

|                                             |                                             |
|---------------------------------------------|---------------------------------------------|
| بشر کی محسینت کو شہی و غفلت میں نہ دیکھی ہے | مچھڑ کے نواسے کی شہادت میں نہ دیکھی ہے      |
| وہ جس کے نام سے ہر عزت و توقیر دُنیا کی     | وہ خورشید و رخشاں جس سے ہے توبہ و دنیا کی   |
| وہ جس کے نور نے عالم منور کر دیا سارا       | حسین ابن علیؑ، خاتونِ جنت کا جگر پارا       |
| جلال و دبدر میں جید رکھ کر ار کی صورت       | وہ ظاہر اور باطن احمد مختار کی صورت         |
| وہ جس کے روئے انور کے ہیں مہر و ماہ شیدائی  | وہ ہستی جس نے آغوشِ نبیؐ میں پروں و شہ پائی |
| قسم کھاتا ہے جس کے صبر کی پیر فلک اب تک     | ہیں جس کے آستانے چربیں گستر ملک اب تک       |
| کیا شاداب پنچ فوس سے جس نے نخلِ ایماں کو    | سبقِ عزم اور بہت کا دیا جس نے مسلمان کو     |

یہ صورت مانتی ہے اس حجازی شاہ کی خاطر

کٹیا یا سر کو اپنے جس نے دین اللہ کی خاطر

|                                         |                                         |
|-----------------------------------------|-----------------------------------------|
| حق و باطل کی آویزش کا جب ہر گام آہنچا   | شہادت کا رہ مولیٰ میں جب پیغام آہنچا    |
| اٹھا کر ہاتھ صبر و استقامت کی دعا مانگی | خدا سے فضل و توفیق و ہدایت کی دعا مانگی |
| گئے رخصت طلب کرنے کو پھر قبرِ جمیع سے   | یہ فرمایا لپٹ کر روضہ محبوب و اور سے    |

مجاور آپ کا راہ خدا میں سرکٹا ہے  
 وطن سے حق صداقت کا ادا کرنے کو جاتا ہے  
 زمانہ منحرف ہو وقت کا تیور بگڑتا ہے  
 حسین اب مرقار سرکار عالی سی بکھرتا ہے  
 بدوار خست حرم سے جب شہہ کو نین کا پیارا  
 نہ پوچھو اُت وہ کیسا اتنا قیامت خیز نظر آرا  
 زمیں سے آسماں تک تھا بپا محشر کا ہنگامہ  
 اُڑائی خاک اس نے اُس نے پہنا ماقی جامہ  
 غرض کچھ جاں تشاروں اور غزبروں کی معیت میں  
 جگر بند پیمیر آیا سید ان شہادت میں  
 زمین کر ہلا کو یاد اب تک وہ فنا نہ ہے  
 ادھر کچھ حق کے شیدائی اُدھر سارا زمانہ ہے  
 سیایاں میں ہوا ستادہ حسین پاک کا خیمہ  
 وہ خوراک شام شمشیر غصے کے تیر بھلے ہیں  
 وہ تپتی ریت اور آل شہہ لولاک کا خیمہ  
 اٹھائیں تین دن تک سختیاں تشنہ دہانی کی  
 بلا کی سپاس، جلتی ریت اور زہرا کے پائے ہیں  
 شب عاشوہ جب گزری قیامت کی سحر آئی  
 نہ تھی ساتھی کوثر کے لہو اک بوند پانی کی  
 اگرچہ لشکر باطل کی ہر جانب کوشش تھی  
 گریباں چاک کرتی سینہ زن اور ذوہ گرا آئی  
 نہ ٹوٹی کون سی بیدا و مظلوموں کی جانوں پر  
 تعالیٰ اللہ پائے غم کو لیکن نہ لغزش تھی  
 مگر تھا کلمہ حق آخری دم تک زباؤں پر

فدا اولاد و جان و مال کر کے راہِ مولا میں  
 کیا رسمِ خلیل اللہ کو پھر تازہ دنیا میں  
 بلاؤ نہ نئے ٹالی تھی ذبیح اللہ کے سر کی  
 یہاں میدان میں قربانی ہی رسمِ شکلِ پیہر کی  
 مقابل میں ہوئی جب فوجِ باطل کی صفِ آئی  
 ہٹے تیار لڑنے پر تھکے، بھانجے، بھائی  
 سب سے ہیں جسمِ پر تھکے گردن کو جھکائے ہیں  
 نہ تھی سبطِ نبی سو قاسمِ مظلوم کی رخصت  
 غرض میدان میں نہ درِ شجاعت اپنا دکھلا کے  
 علیؑ تر تھی کو منتظر یا کر لبس کوثر  
 نقدِ سر پہ ہونے کو جوانی کی بہار آئی  
 نئی ان ظالموں کے ہاتھ سے دولتِ برادر کی  
 اٹھا کر مشکِ کاندھی پر چلے جو بہرِ سستی  
 عزیزانِ گرامی ہو گئے سب قلعہ کو راہی  
 پھر کرنے اجازتِ سیدِ دی شان کی چاہی  
 چھکا کر سر کو قافہوں پر رضا میدان کی چاہی  
 عروسِ نو کی صورت میں شہادت کی پکار آئی  
 ہوئیں کلیاں بھی یا مالِ خزاں گلزارِ خواہر کی  
 شہادت نہر پر جا کر علمبردار نے پانی  
 نثرِ یکِ درد و غم باقی رہی اک شہ کی تنہائی  
 جھکا کر سر کو قافہوں پر رضا میدان کی چاہی

میں قربان صبر استقلال پر شاہِ حجازی کے  
 محمد کی رضا خوشنودی ربّ علی مانگی  
 سچائے جسم پر ہتھیار خود فرزندِ غازی کے  
 پھر اُس کے حق میں خالقِ شہادت کی دعا مانگی  
 زبان سے کلمہ صبر و رضا تلقین فرمائے  
 پھر کو دودھ کا حق بانو و شیر نے بخشا  
 فلک کہتا تھا ہیں ماہِ دو ہفتہ کے قریب لے  
 عیاں تھی اُس کے رخ سے احمد مختار کی صورت  
 چمک کر ہر انور کو بھی آئینہ دکھاتے تھے  
 برہنہ سر جگر تھامی ہوئے پیچھے چلے سرور  
 قصا چلائی نو مرنے کو وہ رشکِ فقر آیا  
 کیا شکرِ خدا اس دم شہنشاہِ حجازی نے  
 مگر صبر و توکل کا نہ دامن شاہ نے چھوڑا  
 دکھا کر دو پہر تک ظالموں کو اپنی جانیازی  
 نثار دین بیضا ہو گئے اللہ کے غازی

بالآخر جنگ کو میدانِ پیشوا نامدار آئے  
 جلوسِ جیوری سے معرکہ آرا ہوئے آکر  
 مگر کب تک ٹھانی باریہ انسان کی طاقت  
 رہا زخموں کی کثرت سے نہ جلا راتن جاں میں  
 جبینِ سجدہ ریز اس کی درمولا پہ افتادہ  
 جھکا یا سرِ سجدہ میں شہنشاہِ معظم نے  
 نہ چھوڑا حق کو۔ شانِ استبالتی اسکو کہتی ہیں  
 مرے دریائے وحدتِ شتاوری ہوئے ہیں  
 غرض تاراجِ اعدائے کیا زہر کے گلشن کو  
 نمونہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا شفاوت کا  
 جفا وہ کون سی تھی جو لعینوں نے اٹھا رکھی  
 مگر اس پر بھی چین آیا نہ افواجِ ستم گر کہ  
 جلوسِ مرتضیٰ وفاطمہ پر دانہ وار آئے  
 تہہ و بالا ہوا اک دم ستم آراؤں کا لشکر  
 ادھر اک بیکس تنہا ادھر لاکھوں کی جمعیت  
 جھکا یا سرِ سجدہ کے لئے درگاہِ برداں میں  
 ادھر اعدائے دینِ قتل پر سید کے آمادہ  
 تو فرمایا فرشتوں سے خداوندِ دو عالم نے  
 کٹا یا سرِ سجدہ میں نمازی اسکو کہتے ہیں  
 تہہ خچرِ ذاکِ حق کے یاور ایسے ہوتے ہیں  
 بچھایا آہ! دینِ مصطفیٰ کی شمعِ روشن کو  
 سربزہ کیا تشہیر سرِ سرورِ جنت کا  
 ستم ہی! بے روائی آلِ اطہر کی روارکھی  
 پھرایا گو گو بے پردہ، ناموسِ ہمیز کو

یہ سب منظر نگاہوں میں ہی آباد ہیں اب تک  
یہ خونیں داستانیں میرے دل کو یاد ہیں اب تک

ہوا دیران جب سے سبط پیغمبر کا کاشانہ

ہوا ہر نیز غم اس دن میرے دل کا پیمانہ

## ارضِ کربلا کی زاری - جواب یزدی باری

شفق میں ڈوبی کوہِ سرسلطانِ عرب نکلا

چلا دشتِ بلا کو فاطمہ کی گود کا پالا

کہا لبتیک بڑھ کر نائبِ ختم رسالت نے

پیسے خوشنودیِ مبعود تیغوں کی سلامی کو

تو کل پر کئے نیکہ بڑھے حق کی حمایت کو

ستاروں کی طرح گرد اس قمر کے حلقہ زن نکلے

چلے مقتل کی جانب ل میں شوقِ امتحان لیکر

برائے نصرتِ حق نائبِ محبوبِ رب نکلا

بھرا شوقِ شہادت کے جو تھا قلبِ شہرِ والا

برائے امتحانِ جسمِ پیکارِ رپِ غرت نے

چلے بے فوج، بے لشکر کے حجت کی تمامی کو

لئے ہمراہ اپنے کچھ غریبوں کی جماعت کو

معبیت میں فقط خُرد و کلاں ہتھکڑیاں نکلے

سدا کے گھر سے وہ حق و صداقت کا نشان لیکر

نہ ملبوس شہانہ میں، نہ فوجی آن سے آئے  
 مستح ہو کے متقل میں زراعی شان سے آئے  
 جمالِ دلِ رُبا میں منظرِ اعجازِ تابندہ  
 نشانِ سجدہ حق سے جبینِ پاکِ رشتہ  
 دلِ آگاہ وہ آیاتِ قرآنی کا گنجینہ  
 مکمل سرگزشتِ ملتِ بیضا کا آئینہ  
 مجسمِ بازوؤں میں حیدری شمشیر کی طاقت  
 لبِ مُعجزِ نما میں فاطمہؑ کے شیر کی طاقت  
 سرورِ بادۂ توحید کی آئینہ دار آنکھیں  
 تمنائے شہادت میں سراپا انتظار آنکھیں  
 تنِ اطہر کی زینت، جامہ صبر و استقامت کا  
 ردائے فقر اس کی نازشِ ملبوسِ شہانہ  
 قبائے زہد و تقویٰ، قامتِ بیباکی زرباش  
 زرہ صبر و توکل کی، تنِ اطہر کی آرائش  
 نظر میں جلوہ گردہ شانِ عزم و استقامت کی  
 بنی زینبؓ کمر پٹی صداقت اور ہمت کی  
 رکھا تاجِ امامت فرقِ شہ پر ربِ عزت نے  
 جلوسِ حق کی توفیق اور ہدایت جھوٹی آئی  
 سچائی سر پہ دستارِ فضیلت و دستِ قدرت نے  
 چلے راہِ خدا میں نذر جان و مال کرنے کو  
 قدمِ سبطِ ہمپیر کے شہادت چومنی آئی  
 وہ تسلیمِ درضا کے دن نیاز و راز کی ساتیں  
 قصا کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنے کو  
 کٹیں یا و خدا میں شاہِ سرافراز کی راتیں



غرض تیار ہو کر مہرِ معبود کی خاطر  
 لگایا نوہا لانِ نبی نے خاک پر ڈیرا  
 جو سر کا یا نقابِ رخِ نبی کے مہرِ نور نے  
 بہارِ حسن بنکر سب طِ محبوبِ خدا نکلے  
 نہ برجِ رسالت کے جگر پاروں سے ضرپائی  
 ہوئے جب گامزن راہِ رضا کی پہلی منزل میں  
 مثالِ کوہِ آہن ڈٹ گئے نقشِ وفا بنکر  
 سحرِ سہی ساتویں، جب کی عمر نے لشکرِ آرائی  
 تنگ کرنے یہ کی پہلی جفا پہلے لڑائی سے  
 بڑھایا ہاتھ خشکی کی طرف جب اس تنگ نے  
 جو پایا شہ نے اعدا کو یہ اسے جنگِ آمادہ  
 نہ رکھا پاس پیغمبر کی خاطر کا کینوں نے  
 ہوئے آ کر فر و کش منزلِ مقصود پر آخر  
 بسا خوشبو سے آن لالہ رخوں کی دہنِ چہرہ  
 لگا خوشبیدِ خاورِ سورہ و آئس دم کرنے  
 ضیائے رخ سے در سے کر باسے جگر کا نکلے  
 بنی وہ سرزمینِ پاک رشکِ چرخِ سینائی  
 نہ چھوڑا ماسوا کی خواہشوں کا شائبہ دل میں  
 ہوئے مشغولِ یادِ حق میں تصویرِ رضا بنکر  
 گلستانِ رسالت پر مظالم کی گھٹا چھائی  
 ہٹایا خیمہِ آلِ پیغمبر کو ترائی سے  
 سوئے افلاک دیکھا پاس سے سب پر پیغمبر نے  
 کیا ریتی یہ اپنا خیمہ پڑے نورِ استواء  
 کیا سب طِ نبی پر بند پائی ان لعینوں نے

بالآخر آگئی وہ رات پہنے ماتمی جامہ  
 کجی کی صبح میں پوشیدہ تھا محشر کا ہنگامہ  
 گرائے خون کے آنسو فلک کے چہنم کو کب نے  
 فراق شاہ میں گیسو بکھیرے لیلیٰ شب نے  
 عیش شاہ زمیں میں پیکرِ غم بن گئی دنیا  
 صدائے العطش سے شورِ ماتم بن گئی دنیا  
 جگر کا خون آنکھوں سے لگا افلاک کی بہنے  
 بنے تھے پیکرِ حسرت لباسِ ماتمی پہنے  
 فضاؤں پر ہوا اک عالمِ افسرنگی طاری  
 بجائے آبِ خوشِ ثلثم کی چہنم ترسے تھا لہاری  
 نہ چھپکی چہنم انجم کی جمالِ یار کی خاطر  
 زمیں کو تک رہی تھی آخری دیدار کی خاطر  
 غروبِ ہر دیں جس کی تجلی میں ہو پیدا تھا  
 قمر کے داغِ دل میں اس سحر سے در پیدا تھا  
 شبِ آخر جو دیکھی زندگی کی اپنی سرور نے  
 کیا قصدِ عبادت رہیرِ دینِ پیسہ بر نے  
 بچھا کر خیمہ الطہر کے اندر اپنا سجادہ  
 ہوئے درگاہِ مولیٰ میں بروئے خاک افتادہ  
 لگا رو رو کے کرنے ابرِ رحمت گوہرِ افشانی  
 ہوئی پیداز میں کی آنکھ سے آنکھوں کی طفانی  
 سپاسِ ذاتِ حق کر کے ادِ اعجاز اور زاری سے  
 لگی رو رو کے کرنے التجا یوں ذاتِ باری سے  
 خداوندِ اعیالِ تجھ پر ہے سب حالِ زبوں میرا  
 خجالت سے گریباں میں نہ ہو کیوں سرنگوں میرا

مراہان بنکر راکبِ دوشِ رسول آیا  
 گل اندامِ محمدِ وہو پس جل جل کے آیا ہے  
 یہ کی ان ظالموں کے فاطمہ کے لال کی خاطر  
 ہوئی ہیں جمعِ فوجیں قصرِ ایماں کے گولہ کو  
 ہوا ہے نفسِ شیطانی کو سر کا تاج کرتے ہیں  
 مزارِ مصطفیٰ کے زائروں کی قدر یہ جاتی  
 جہازِ اہل بیتِ مصطفیٰ پر آفت آئی ہے  
 محمد کے خلف پر یہ ستمِ تشنہ دہانی کے  
 خدا کے تہرے ڈرتے نہیں بیداد کے بانی  
 نہیں ہے عزم میں کچھ فرق گو دشمنِ زمانہ ہے  
 ادھر اعدائے دیشِ خول ہیں دیں کتا ہی ہیں  
 ادھر سترن سے مید کا جد کرنے کی تیاری

بنانے خاک کو اکیر فرزندِ بتوں کا آیا  
 مدینہ سے برائے نصرتِ حق چل کے آیا ہے  
 اٹھیں تیغیں ستم گاروں کی استقبال کی خاطر  
 اٹھیں ہیں ابرہہ بنکر ستونِ کعبہ ڈھانے کو  
 ہوں میں زر کی باغِ فاطمہ تاراج کرتے ہیں  
 ہوئی آبِ وشمِ شیریں پیاسوں کی ہمانی  
 بیاباں میں ترے محبوب کی لٹتی کمائی ہے  
 بہادری میراں آنکھوں سے چہشتے آج پانی کے  
 خلف کو ساتی کوثر کے یہ دیتے نہیں پانی  
 ہوئے ہیں تین دن یہ قافلہ بے آب و آہ ہے  
 ادھر مصروف ہر مومے بدنِ یادِ الہی میں  
 ادھر توتھوں پہ توفیقِ شہادت کی دعا جاری

اُدھر قرناے گوشِ آسمانِ پیر بھی کر ہے  
 وہ جس کو آرزو ہے نام پر خالق کے مرنے کی  
 ترے پیغام کی عظمت پہ سر دینے کو حاضر ہے  
 عطش سے نیم جاں معصوم اصغر اور یکینہ ہے  
 میں سو جاں سے تصدق اس کی بس ذرا نوازی کے  
 گوارا ہے تجھے تکلیف کیوں اس ماہ پیکر کی  
 محبت جس کی بامِ قصر ایمانی کا زینہ ہے  
 بہارِ روحِ اخترائے گلستانِ رسالت ہے  
 بلا کشِ خانماں برباد ہے، بھوکا پیہ پیاسا ہے  
 پڑے ہیرا، میری خاک پر سفسرہ دل لٹے  
 مصیبت ایسی دنیا میں نہ آئی ہے نہ آئے گی  
 پریشاں ہوں گے نہ شہر کے گل تیر میرے سینے پر  
 اُدھر روزِ باں بس نعرہ اللہ اکبر ہے  
 ہیں ہے دل میں اقلیم شہادت فتح کرنے کی  
 پتے تکمیلِ ایمان اپنا گھر دینے کو حاضر ہے  
 رضا پر تیری رضی پھر بھی سلطانِ مدینہ ہے  
 نزلے ہیں مگر انداز تیری بے نیازی کے  
 ملا جس کو شرفِ معراج سے دوشِ پیمبر کی  
 یہی وہ نہایتِ آغوشِ سلطانِ مدینہ ہے  
 اسی کے دم سے روشن شمعِ ایوانِ رسالت ہے  
 مرے آقا ترے محبوب کا پیارا نوا سا ہے  
 شہرِ مصطفیٰ ام کے گلشنِ بہتی کے گل بوٹے  
 خبر کیا تھی مجھے قسمت یہ روزِ بد و کھائے گی  
 بہ گانوںِ اولادِ پیہ میرے سینے پر

گردہ اشتیاق کل خمیہ اظہر کو لوٹے گا  
 قیامت تک نہ پھر دنیا میں یہ جور و جفا ہوگی  
 شرف حاصل ہے تیرے نور کا جن کی جہنوں کے  
 کریں گے قتل مجھ پر اشتیاق جب اس گل تر کو  
 جو تر ہو گا یہ دامن گریہ خاتونِ جنت سے  
 مری گردن پہ خونِ پاؤں تشنہ لب ہوگا  
 نہ بہنے دے مرے دامن پہ خونِ شاہِ ویشاک  
 جبینِ کربلا خم ہو گئی پھر خوفِ داوڑ سے  
 کیا پڑ مرده حور ان جنناں کو تیری زاری نے  
 نہ ہو آرزوہ خاطر اہل کیس کی چیرہ دستی سے  
 شامِ کجی ہے بے طوط کفر کی پیمائش کی طاقت کو؟  
 زمانہ کو کرشمہ اپنی قدرت کا دکھاتے ہیں  
 یہ داغِ رویا ہی میرے دامن سے نہ چھوٹے گا  
 مری سرحدیں گلِ شمعِ مزارِ مصطفیٰ ہوگی  
 پھر اُن کے عدو بے پردہ ان محلِ نشینوں کو  
 دکھاؤ گی میں کیا منٹھ جا کے اُس کے جدا ہو کر  
 رہوں گی حشر میں محروم فیضِ ابرِ حیرت سے  
 جہاں میں مقتلِ آلِ عباس میرا لقب ہوگا  
 بچا لے میرے دامال کو بچا لے میرے دامال کو  
 ندا آئی یکا یک پیشِ گاہِ رب اکبر سے  
 رُلا یا ساکنانِ آسمان کو تیری زاری نے  
 بھلا کیا زیر ہو سکتا ہے حقِ باطل پرستی سے؟  
 دبا سکتا ہے سحرِ سامری موسیٰ کی شوکت کو؟  
 ہم اس کا صبرِ آن کے ظلم کی حد آزما تے ہیں

شہادت میں نہاں ہیں اس کی اسرارِ سلطانی  
 مبارک ہو کہ بخشے گا قدم اس ذاتِ اہلِ کما  
 رہے گا تاقیامت ہبوطِ انوار یہ گلشن  
 ملے گا اس کے خونِ پاک سے یہ مرتباً بچھ کو  
 ترے شید ا دلِ آلودہ کو گردِ کدورت سے  
 رہے گی سایہ انگن تجھ پہ رحمت ربِّ کعبہ کی  
 سبب جس کے خود کانِ امامت نے شرف پایا  
 ہو اس کا سند ہو گا صداقت پر سہاں کی  
 وہ جس کا عزم تاریکی کو دم میں نور کر دے گا  
 بھرے گا ہستی انساں کے پیمانہ میں خود دانی  
 یہ تشنہ لب وہ ساقی ہے کہ جس کا فیض میخانہ  
 مدد کو سیدِ مظلوم کی اللہ کافی ہے  
 صداقت کی جہانگیر، اطاعت کی فراوانی  
 ترے ہر ایک ذرہ کو شرفِ نور شیدا نور کا  
 زیارت گاہِ خاص و عام کی ہو گا تہذیب  
 عقیدت سے کہے گا اک جہاں خاکِ ثنائی  
 کریں گے صاف و صحو کر گریہ چشمِ عقیدت سے  
 میلے گی ہم نشینی تیرے در کو اضبطا کی  
 نہاں ہو گا ترے دہن میں وہ گنج گراں پایا  
 کرے گا تاقیامت آبِ یاری نخلِ ایمان کی  
 فخر و فسق کو اسلام سے کافور کر دے گا  
 بنے گا صدق اس کا حق میں طہاں کے نگہ باری  
 کرے گا بادِ وحدت سے پُر عالم کا پیمانہ  
 حقیقت میں شہادت اس کی انشکل تلافی ہے

خذلنے اپنی جو جو نعمتیں نکل ابدیا کو دیں      وہ ساری نعمتیں بکچا محمد مصطفیٰ کو دیں  
 زمانہ کی امامت کے لئے بھیجا انہیں حق نے      دو عالم کے لئے رحمت کیا خلاقِ مطلق نے  
 نشیبت تھی کہ ہو محبوب پر اتمامِ نعمت کا      رہے باقی نہ درجہ کوئی عز و شان و عظمت کا  
 ہونا نذر فضیلت پر سوا اوجِ شہادت کے      کہ ظاہر میں یہ رتبہ تھا منافی شانِ بخت کے  
 اگر یہ منصبِ عالی وہ شاہِ انس و جاں پاتا      حریفوں سے سرِ سرِ دارِ عالی زیرِ ہو جاتا  
 ہوا منظور تب ان کے نوا سے کو یہ عزت دیں      زمانہ بھر کو جب پر ناز ہو ایسی شہادت دیں

رہے جب تک جہاں آباد اور اسلام باقی ہو

شہیدوں کی صفِ اول میں اس کا نام باقی ہو

## مثنوی شہادت سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام

جب کربلا میں لٹ گئی بیٹی رسول کی      برقِ ستم سے جل گئی کھیتی بتوں کی

گھر دے کے نذر مرغیٰ مولا حصول کی اور نذر سیدہ کی خدا نے مقبول کی

جس دم شفق میں دین کا غور پیدا گیا

ارض و سما پہ ایک اندھیرا سا چھا گیا

تاراج ہو چکا چینِ شیر کو دگوار پروانے سارے شمعِ ہدیٰ پر ہوئے تار

شہر کے پھول زینبؓ بیکس کے گلخوار مسلم کے لال شاہِ ولایت کے شہ سوار

اکبر شہیدہ خواجہ بدر و حنین کی

وہ نو دیکھ نہی سی کو نپل میں کی

عہدِ وفا کی راہ گزر سے گزر گئے سیلاب میں ہو کے نہا پار اتر گئے

میدانِ کارزار میں سینہ پیر گئے اسلام کی جو شان ہے وہ کام کر گئے

اب رن کو کوچ ہے پیر بو تر اب کا

ہوتا ہے گل چراغِ رسالت مآب کا

ہے یہ حسینؑ دوشِ محمدؐ کا شہ سوار ہے یہ حسینؑ گلشنِ زہراؑ کا گلخوار



ہے حسین شیر الہی کی یادگار ہے حسین ملت بیضا کا تاجدار

وہ گل کھلا جو گلشن شاہِ حجاز میں

جس پر دردِ فرض ہے پڑھنا نمازیں

جانِ علیؑ، بتولؑ کا دل اور نبیؐ کا حسین روحِ عرب، عجم کی ضیاءِ شاہِ مشرقین

دہ تین دن کی پیاس کا مارا ہوا حسین خود ساقی اور ساقی کوثر کا نورِ عین

رن کو چلی سواری جو اس دلِ ملول کی

آئی صدا یہ دشت سے بہتِ رسول کی

اے تشنہ لب، فرات کے مہمانِ الوداع سوکھی ہوئی زباں کے میں قربانِ الوداع

اے مرتضیٰؑ، فاطمہؑ کی جانِ الوداع اے گلشنِ رسولؐ کے ریحسانِ الوداع

نہرو کہ روحِ فاطمہؑ تپسِ نثار ہو

سیلوں بلائیں پہلے، تورن کو سوار ہو

مجرے کو ماں کے جلدِ حجب کا لالہ کی غرضِ پھر، حضورؐ نے آکر کیا نہال

الفت ہماری کم کرو اب بہرِ فوجِ جلال اور بدے پیار کے یہ خدا سے کرو سوال

خجرتِ تلے حسینؑ نہ میرا ملول ہو

یارِ مرے پسر کی شہادت قبول ہو

یہ کہہ کے اڑ دی فرس تیز گام کو نظریں پھریں تو دشت میں دیکھا امام کو

یتیموں نے دی سلامی شہرِ شہنہ کام کو آئی شہادت چوئے شہر کی لگام کو

روح بتوں رہ گئی دل اپنا تقصام کے

بطحی کا چاند چھپ گیا بادل میں شام کے

لوح

چھوٹا وہ گلِ بہستانِ نبی جبیشرب کے گلزاروں سے

مجرور ہوئے سب غنیمہ و گلِ فرقت میں الم کے خاروں سے

وہ مہرِ عرب، وہ ماہِ عجم رخصت کو گیا جب سوئے حرم

آوازِ سلامی آتی تھی خود کعبہ کی دیواروں سے

زردی سی افق پر چھائی ہے، رُخ دشتِ بلا کا طلائی ہے  
 پائی یہ ضیاءِ تابانی زہرا کے قمر اور تاروں سے  
 ہو کیوں نہ گلستاں خاک بسر، کیوں چاک نہ ہوں غنچوں کے جگر  
 محروم ہو جب گلزارِ جہاں ہم شکلِ نبی کی بہاروں سے  
 ہے جن پہ فدا گلِ پیر مہنی، کھاتی ہے قسم نازک بدنی  
 یہ کون مجاہدِ لڑتے ہیں دو ننھی سی تلواروں سے  
 خاتونِ جہاں کی کمائی ہے جو راہِ خدا میں لٹائی ہے  
 مقتل کو گئے ہیں تشنہ دہن موڑے ہوئے منہ گہواروں سے  
 سب شاہ کے یادِ بیت چکے، ایمان کی بازی جیت چکے  
 اب راکبِ دوشِ محمد کی رخصت ہے جگر افکاروں سے  
 یہ دلبرِ شیرِ الہی ہے جو جانبِ مہداں راہی ہے  
 آسان نہیں بچنا سفاکو، فرزندِ علی کے واروں سے

جب رن میں مجاہد لڑتے ہیں یوں نامِ خدا پڑتے ہیں  
 شمشیرِ علیؑ جب چلتی تھی آتی تھی صدا جھنکاروں سے  
 اس سمت ہے حق کی سلطانی، باطل کی اُدھر ہے طغیانی  
 یاں صبر و رضا سے مطلب ہے، واں کام فقط ہتھیاروں سے  
 وہ زینتِ اوجِ عرشِ علا جب فرشِ زیں سے زمیں پہ گرا  
 خورشیدِ امانت ڈوب گیا غل اٹھا فلک کے کناروں سے  
 بکھرے ہوئے گیسو خاک بسر، تھی رن میں یہ شانِ پیغمبر  
 جب زہرا کا وہ رشکِ قمر کرتا تھا و غا غداروں سے  
 ہر چند تھے گریاں زخمِ جگر تصویرِ رضا تھا دلِ مضطر  
 گو چورتھے سب اعضاءِ بدن، شکوہ نہ کیا غم خواروں سے  
 تھا نامِ شاہِ بہشتوں میں، تھا شورِ گریہ فرشتوں میں  
 تاراج ہوا احمد کا چین جب امت کی تلواروں سے

باطل کو مٹانا چاہے اگر دے بڑھ کر حق کی راہ میں سر  
مخفی یہی آواز آتی ہے خاصانِ خدا کے مزار و لہ سے



دستبازان و تن لوم افسانه تاری  
 دلبازان که هلاک بجای پیمان تاری  
 آغازی که قیافه کرده انجیل بی درواه  
 محض باطنی نه نه و گلوئی بی گمان تاری

میرزا حسن  
 میرزا حسن

اصلاحات





## ترانہ

افلاک و عرش و کرسی لوح و قلم ہمارا      تسنیم و خلد و کوثر باغ ارم ہمارا  
آفاق کی فضا میں بسرا علم ہمارا      تھا ماہ و کہکشاں کے سر پر قدم ہمارا

گردوں سے کوئی پوچھے جاہ و چشم ہمارا

ہم غازیانِ ملتِ اسلام کے فدائی      فطرت کا اپنی جو ہر شیر آرمائی  
اونچی فلک سے اپنی پرواز کی رسائی      کی سرکشوں نے گر کر قدموں پہ جبہ سائی

سب آزمائے چکے ہیں وہ دم وہ خم ہمارا

ملت کی آرزو ہم مذہب کی آبرو ہم      عقل گرہ کشا کے دہن کا تار و پو ہم  
گہائے گلستانِ وحدت کا رنگ بو ہم      دریا سرمدی کے ساحل کی جستجو ہم

لیتے ہیں نامِ ادب سے اہلِ ہم ہمارا

اللہ کیا کشش تھی اُس گل کی ساوگی میں      اک لوح جس نے پھونکی دنیا کی زندگی میں

چمکا تھا نور جس کا گیتی کی تیسرگی میں ہم نے خدا کو پایا تھا جس کی بندگی میں

ہم اس کے اور وہ ہے درمانِ غم ہمارا

تیروں کی بازو اپنے سینوں پہ پہننے والے اسلام کا سفینہ طوفان میں کھینے والے

تینوں کا کام نور بازو سے لینے والے دربارِ نیرودی میں سرزندہ دینے والے

یہ شان تھی ہماری یہ تھا بھسرم ہمارا

دریا کی رومیں والا جب خوش تازہ دم کو نصرت بڑھ کے چومار ہوا رکے قدم کو

توڑا طرابلس میں تیغ و دودم کے دم کو عزم و ثبات دشمنِ شصت ہوا عدم کو

فتح و ظفر کا ضامن تھا دم قدم ہمارا

اگونی صدائے قی جبار و ماکِ سرزمین میں ہل نہ مڑ چھپا یا شرما کے آستین میں

آئی کوئی شکن گرایسان کی جہیں میں جا کر بنی وہ خیر و بہاء سے مسکریں میں

لو ہمارے ساتھ کیوں اہلِ ستم ہمارا

عہد وفا کو لے کر سایہ میں تقنطو کے چھکے چھڑا دیئے ہیں میدان میں عدو کے

دامن کو اپنے دھوکہ سیلاب میں لہو کے آئے تھے جب نکل کر زخم سے جنگ ہو کے

مُنہ بہنس کے دیکھتی تھی تیغِ دو دم ہمارا

## اسلام کا پیامِ مسلمانوں کے نام

فکر کی ندرت ارادوں کی جوانی کیا ہوئی دستِ سلم سے خبر کی روانی کیا ہوئی

اے سکوتِ ستقل وہ گُلِ فشان کیا ہوئی اے مسلمان صولتِ صاحبقرانی کیا ہوئی

جس کا وہ آغاز تھا اب اس کا یہ انجام ہے

اے سپہ تو قوم کے غمیتِ راسی کا نام ہے

زنگِ تلواروں کی دھاروں پر دھاک لگا کر غم سے تیروں کی کمر خرم سرنگوں کی خبر کی دھار

ملتِ بیضا کی عظمت کا وہ پرچم تار چشمِ حیرت گردشِ تقدیر کی آئینہ دار

دلِ زبوں بے ذوقِ فطرتِ موصلا ناکام ہے

اے سپہ تو قوم کے غمیتِ راسی کا نام ہے

سخ پہ رنگِ بزدلی اور آرزوئیں جو خواب  
نوجوانی کی آہنگیں سچ پیری کا جواب  
روح پر چھایا ہوا تہذیبِ نو کا انقلاب  
نذرِ ظلمتِ ہر حیاتِ جاہلوں کا آفتاب

کفر کی ہیبت سے ایماں لرزہ بر اندام ہے

اے سپو تو قوم کے غیرت اسی کا نام ہے

وہ بزرگوں کا تہور وہ تجمل وہ وقار  
جن کا لوہا مانتی ہے اب بھی بزمِ روزگار  
وہ صفا کا آئینہ تھم کدورت کا غبار  
تم جہاں کے حق میں دلت ہو وہ ملک کا نگار

ان سے روشن تھا زمانہ تم سے گھر بدنام ہے

اے سپو تو قوم کے غیرت اسی کا نام ہے

وہ سریرِ آراء عالم اور تم بے رنگ نام  
وہ سزاوارِ خلافت تم فرنگی کے غلام  
تو سین اقبال کی تھی ان کے ہاتھوں میں لگام  
وہ صلیحِ سبع عشرت تم غربت کی شام

عظمتِ باطنی کا قصہ اک خیالِ خام ہے

اے سپو تو قوم کے غیرت اسی کا نام ہے

وہ گلستاں جس پہ پختی نازاں سیم خوشحرام  
 بان گلگوں سے تھا برزیر غنچے کا جام  
 ثیت ہر پتے پہ تھا جس کے جالمر دوں کا نام  
 جس کی خونِ دل سے اپنے سینچتے تھے خاصِ عام

اب گلشن پامال گردشِ ایام ہے

اے سپوتِ قوم کے غیتِ اسی کا نام ہے

عظمتِ توحید پہاں جس کی پیشانی میں ہے  
 وہ مسلمان سر بہ خم اب دیر رہانی میں ہے  
 کشتیِ دینِ ہمیں موجوں کی طغیانی میں ہے  
 کفر کو شاں خانہِ الیساں وادیرانی میں ہے

جلوۂ توحید سے آویزشِ اوہام ہے

اے سپوتِ قوم کے غیتِ اسی کا نام ہے

وائے قسمت آ رہی ہے صبحِ محشرِ ہوش میں  
 زندگی سوئی ہوئی ہے موت کے آغوش میں  
 اٹھ رہی ہیں غم کی موجیں سینہِ خاموش میں  
 ہیں گھائیں یاں کی قلبِ نہایتِ گوش میں

اپنی ہی گردن پر اپنی تیغِ خوں آشام ہے

اے سپوتِ قوم کے غیتِ اسی کا نام ہے

نارِ اُتھمتُ علیکم نفیتمہی جس کی ذات      جس کی ہمت سے لرزتا تھا نظامِ کائنات  
قلب کی وسعت چس کے تنگ بزمِ شش چہا      کھلتا تھا سوت جس کے ارادوں کا ثبات

آج وہ باطل کے در کا بندہ بے دام ہے

اے سپوتِ قوم کے غیرتِ اسی کا نام ہے

جل چکا گھر آگ اب تن میں لگائی جاہلیگی      جان لے کر بھینٹ بھارت پر چڑھائی جاگ  
خونِ حق سے پیاسِ ٹل کی بجھائی جاہلیگی      موڑ کر کعبہ سے منہ کاشی بانی جاے گی

یہ ستم رانی کی دیوی کا نیا استاد ہے

اے سپوتِ قوم کے غیرتِ اسی کا نام ہے

جوشِ دیرینہ کی تیغِ شعلہ پیکر کی قسم      ہاتھ سے کھوئے ہوئے اور ناکِ افسر کی قسم

بانِ توحید کے لبریز ساعس کی قسم      بیچ بتانا تم کو تعلیمِ سمیر کی قسم

کیا یہ شانِ اتباعِ ہادیِ اسلام ہے

اے سپوتِ قوم کے غیرتِ اسی کا نام ہے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَحْمَتُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَضِيَتْ لَكُمْ الدِّينَ كُلَّ دِينٍ

دیدہ خونبار کی سیلاب زائی کی قسم      نالا و ساز کی شعلہ نوائی کی قسم

خود پرستی خود نمائی خود ستائی کی قسم      تم کو اپنی بے رخی کی کج ادائی کی قسم

سچ کہو کیوں باغِ ملت میں تباہی عام ہے

اے سپوتِ قوم کے غیرت اسی کا نام ہے

قوم جس کی فکر پر ہودین کی دولت حرام      جس کی فطرت میں نہ ہو روحانیت کا احترام

ہو نہیں سکتی وہ راہ ارتقا میں تین رنگام      زندگی کی کشمکش میں اس کو کیا پھرنے سے کام

اس کے حق میں وقت کی آواز بے ہنگام ہے

اے سپوتِ قوم کے غیرت اسی کا نام ہے

وہ ترقی جن کا ہر انداز بے باکانہ ہے      جس کی ہر سعی عملِ سلام سے بے گانہ ہے

زندگی کی موت یہ رنگِ پرستار ہے      پرچِ تہذیب میں غارت گر کا شانہ ہے

دوستو آئینِ حاضر و شمن اقوام ہے

اے سپوتِ قوم کے غیرت اسی کا نام ہے

جس کا محرم تھا اب تاکہ یئ شمس و قمر  
یا دایام گذشتہ کی صد اُحذر  
آج اُس کا جلوہ بے باک ہر منٹ نظر  
کہہ ہی ہے تجھ سے کیا لے سہم شوریٰ

عشق ہے گوشہ نشین اور حسن طشت از بام

اے سپوتو قوم کے غیرت اسی کا نام ہے

زیست کے میدان میں مرکب وڑا کر چلو  
مُسکراتے موت کے داروں کو کھا کر چلو

یتیم کا لہو با صدفِ دشمن سے تنوا کر چلو  
اور خود بھی تیغ کے مانند بل کھا کر چلو

معم کو اب اسلام کا یہ آخری پیغام ہے

اے سپوتو قوم کے غیرت اسی کا نام ہے

## قوم سے

عزیز و اقتدار قوم کب تک بے نشاں ہوگا  
کہاں تک شوقِ منزل گرو راہِ کارواں ہوگا

جبینِ بندگی کب تک در آقا پہ خم ہوگی  
کہاں تک اپنا سرغیروں کا سنگِ استاں ہوگا

اٹھو اے سونے والو! کیا بہنگامِ بیداری  
دلِ ناداں کہاں تک مائلِ خوابِ گراں ہوگا



کہا تک موجبِ باطل کے طوفانی تھپیڑوں میں  
 نہ تھا دل آشنا اس جو نیزنگِ زمانہ کا  
 اگھٹائیں چھاری ہیں ظلم کی گلزارِ ہستی پر  
 لٹا کر حیفِ حدت کی متاعِ بے بہا مسلم  
 تہی دست و تہی کیسہ تہی دامان تہی ساغر  
 گری تھی برق بن کر جو کبھی دشمن کے خرم پر  
 مراکش کا الم ایران کا غم شام کا رونا  
 اصولِ دینِ فطرت کو بھلا کر یاد سے مسلم  
 مٹی شوکت لٹی دولت پھری قسمت گرا پرچم  
 ابھ کر عہدِ حاضر کی فضا کے پہچاؤں میں  
 شبِ تاریکِ زنداں میں تحیلِ عہدِ ماضی کا  
 کبھی سوچا بھی تم نے دشمنانِ یک ہاتھوں سے  
 سفینہ زندگی کا غرقِ بحرِ سیکراں ہو گا  
 گنگشن اپنا یوں پابالِ بیدا و خزاں ہو گا  
 کہاں تک برق کی نظروں سے اوجھل آشیان ہو گا  
 کہاں تک بستہ زنجیرِ زنا رہتاں ہو گا  
 مذکب تک اپنی بد بختی کو احساسِ زیاں ہو گا  
 دل اس باطل شکن قوت سے کب شعلہ فشان ہو گا  
 یہ دل سپین کے ماتم میں کب تک صحنِ خوان ہو گا  
 کہاں تک دینِ ننگِ دینِ ننگِ وطنِ ننگِ جہان ہو گا  
 کہاں تک دلِ دین کو نشترِ صندلِ فغاں ہو گا  
 کہاں تک سازِ مہستی خارج از آہنگِ جان ہو گا  
 کہاں تک باعثِ یتیمانیِ قلبِ پتاں ہو گا  
 کہاں تک امنِ توحیدِ مسلم دھجیاں ہو گا

تنخیل بن کے چھایا ہے طلسمِ آذری دل پر  
 ہو اُنیں کھرا اور الحاد کی چلتی رہیں گی کیا  
 اُٹھ اے اپنی تباہی کا تماشا دیکھنے والے  
 نہ ہو بیخود کعبہ اعلیٰ سے جامِ سرخوشی پی کر  
 الجھ کر دوا مِ غفلت ہیں نہ ہوتی قسمت کا زندانی  
 گذر طوفان کی رو سے بے نیاز زندگی ہو کر  
 سیاست اور مذہب میں باہم ربط ہو جب تک  
 بہت کچھ ہو چکی اسلام کے گلشن کی بربادی  
 بچاؤ اپنا دامن حیا برقی چراغوں سے  
 سراپا شوق ہو کر رہ نور و منزلِ دل ہو  
 مساکر خود فروشی کو خودی کی راہ میں کھو جیا  
 عزیز دیکھا اسی کعبہ میں پھر عشقِ تیاں ہوگا  
 چراغِ زندگی کب تک تہ داماں نہاں ہوگا  
 کہاں تک کشتہ بیدار تیغِ خونچکاں ہوگا  
 کس آغاز کا انجام مرگِ ناگہاں ہوگا  
 کہ عزمِ مستقل پھر کار فرمائے جہاں ہوگا  
 یقین ہے حلقہ ہر معراج سے ساحلِ عیاں ہوگا  
 تر عزمِ عمل مہلکے ہوئیں کی دستاں ہوگا  
 اُٹھو ملے بلبوکب تک طوافِ آشیاں ہوگا  
 یہ وہ ٹوٹے اثر ہے جس کا زوالِ خاندان ہوگا  
 یہاں نقدِ کی گہرا نیوں میں اتھاں ہوگا  
 اسی سے حریت کا رازِ سرستہ عیاں ہوگا

تلاشِ رنگ و بو میں خود سرا پارنگ و بو ہو جا

یہ اُڑا اکستاں کچھ نہاں حادواں ہوگا

## خاتونِ مسلم سے خطاب

خواتینِ خاتونِ مسلم اب ذرا بیدار ہو  
 لے پرستار و فائے پیکرِ عزم و ثبات  
 ہے سفینہ تیرا گردِ آبِ بلا میں غوطہ زن  
 اپنے گلشن کی جہاں میں پائیمائی دیکھے  
 ہو فدا اسلام پر گزرتی تیرا ہے  
 گرنہ ہوں اب یاد تجھ کو عہدِ رضی کے سبق  
 تیری آمد تھی جہاں میں زندگی کی سچ عید  
 دولتِ اثبات سے دل تیرا مالا مال تھا  
 دعوتِ حق کی صدا جس وقت فارسی <sup>ط</sup> اٹھی  
 عرصہ یرموک میں مسلم کی تنہائی کو دیکھے  
 کارزارِ زندگی کے واسطے تیار ہو  
 لے بہارِ زندگی لے رونقِ بہارِ حیات  
 اپنی حالت کا ذرا احساسِ غفلت بن  
 جس کو سینہ پاخوں سے اسکی خستہ حال دیکھے  
 حق تو ہل آج پھر آمادہ پیکار ہے  
 دیکھ الٹ کر پھر گزشتہ زندگی گانی کے ورق  
 باعثِ تسکین آدمِ ہمتی تیری جلووں کی دید  
 تیرے اندر <sup>ط</sup> اس لیے کا صبر و استقلال تھا  
 کہہ کے قلبیک سب سے پہلے حاضر ہو گئی  
 اور اپنے عزم اپنی بہت افزائی کو دیکھے

مکمل ہو گیا

۱۵ آسیر زوجہ فرعون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں اور فرعون کی طرح کی سختیوں کے باوجود اپنے مذہب پر

غازیوں نے جب کہ کھلے زخم شمشیر و دم  
عائشہ کی تھی صداقت تجھ میں مریم کی صفا  
مرحبا ہو کیا سعادت آفریں تیرا وجود  
مہر النور بن کے نکلے جو شفق میں ڈوب کہ  
تو نے ایسا عہد طفلی میں دیا در سحرِ عمل  
جب کہ برپا کی جہاں میں ظالموں نے رستخیز  
ہم نفس مردوں کی تیری ہمیت مردانہ تھی  
کاروانِ خفہ کو نغمے ترے باگدیرا  
ستھ شجاعت آفریں تیرا طریقِ زندگی

تو بھی مردوں کی طرح میدان میں تھی ثابت قدم  
خولہ کا عزمِ عمل خاتونِ جنت کی حیا  
غازیاں حق نے پائی تیرے سائے میں نمود  
تیری آغوشِ محبت کے وہ تھے تاباں گہر  
کھل گئی معصوم دل کی تیری تسکین سو کنول  
ہو گئی تو سرِ کعبہ حق کے لہوِ وقتِ ستیز  
شمع تھی ملت کی اور مذہب کی تو پروانہ تھی  
شورِ اکِ عالم میں تھا تیرے دمِ جانِ بخش کا  
جس سے تھی مسلم کے پائے عزم میں پائیدگی

۱۔ خولہ ایک مسلمان حری و دلیر خاتون۔ ان کی دلاوری کے کارنامے تاریخِ اسلام میں بہت کافی ملتے ہیں جب وہ دشمنوں کے زرخے میں پھنس جاتی تھیں تو اپنے ساتھ دالیوں کو جو شمشیر لاکر خیمے کی میخیں نکال دشمن کے مقابلے پر جہم جساتیں یہاں تک کہ یا تو کفار خود ہی بھاگ جاتے۔ یا مسلمان ان کی مدافعت کو اپنے جنگ یرموک میں بھاگنے والے مسلمانوں پر خیمہ کی میخ کے کر حملہ کرنے والیوں میں خود پیش پیش تھیں۔

تیری ہستی نغمہ توحید کا اک ساز تھی  
 شب کے سنائے میں ہوتی تھی تجھ کو حق کی طلب  
 نیم شب میں جب گری سجدے میں با حالِ ستم  
 یاد ہے وہ وقت بھی اے ملکہ مجمل نشیں  
 کھانا تھا عرشِ معلیٰ تیری شوکت کی قسم  
 خود منائی خود پرستی کی ادا سے دور تھی  
 دامنِ توحید میں توجہ تلک آباد تھی  
 پاس اب ملت کا باقی ہو نہ کچھ خوفِ خدا  
 ہر دم اپنے حسن کی مد نظر ترین ہے  
 قوم کی تعمیر تیری منزل مقصود تھی  
 بے دریغ اسراف سے شوہر ترا شاکی کُدام  
 حُسن تیرا باعثِ آرائشِ محفل ہوا  
 گھر کش باطل شکن جس کی ہر اک آواز تھی  
 رہتا تھا یا حجتِ یاقسیوم جاری زیر لب  
 تیری آہوں کے شراروں سے ہلا عرشِ عظیم  
 سٹھا محافظ اس محافے کا کبھی روح الایں  
 تیرے در پر تھا جبیں گستر کبھی جاہ و حشم  
 کھاکے توانِ جویں ہر حال میں مسرور تھی  
 ظلم سے رنج و الم سے فکر سے آزاد تھی  
 مغربی تقلید نے جو سر کو تیرے کھو دیا  
 پرورشِ اطفال کی تیرے لیے توہین ہے  
 اب مسرت کے لیے ہے وقف تیری زندگی  
 تیری غفلت سے ہوا برہم ترے گھر کا نظام  
 ہو گئی اندو گہیں لیکن ترے گھر کی فضا

نیم عریانی کو سمجھی اپنی زینت کی اساس  
 ہے خدا کا ڈرنہ باقی عزت آبا کا پاس  
 بڑھ گئی کچھ سرخی و غارہ سے جلووں کی چمک  
 مٹ گئی رخ سے مگر معصومیت کی وہ چمک  
 کہ چکی تو دین کو ملت کو غیرت کو سلام  
 مرثیہ خواں ہر تری حالت پہ دوجہ و شام  
 مصحفِ لب جب نے نقشِ طاقِ نسیاں ہو گیا  
 تیری ملت کا سفینہ غرقِ عصیاں ہو گیا  
 یاد کب ہو و لعب میں ذکرِ یزدانی تھے  
 مضمطر بہ کھتا ہے اقبیٰ قن آسانی تھے  
 اپنی رسوائی پہ مذہب ہاتھ مل کر رہ گیا  
 شمعِ ملت بجھ گئی پروانہ جل کر رہ گیا  
 نیند سے غفلت کی اُکٹ اور اپنی ہستی کو بچا  
 زہر میں ڈوبی ہوئی ہے عجبِ حاضر کی نفا

دیکھ سیلاب فنا حد سے گزر جانے کو ہے

تیری جمعیت کا شیرازہ بکھر جانے کو ہے

## مسلم سے خطاب

آہِ مسلم آج تو لیوں ہوش سے بیگانہ ہے  
 نابدر مزِ حقیقت سے دلِ دیوانہ ہے  
 حیف ابر نیلے غفلت ترا پیمانہ ہے  
 ہوش میرا اُکٹ رہا تو حیب کا کاشانہ ہے

اب نہ وہ مطرب نہ وہ ساقی نہ وہ میخانہ ہے

شمع محفل رو رہی ہے سوختہ پروانہ ہے

اے مسلمان عزتِ اسلام کے سرمایہ دار تھا کبھی سعی و عمل پر زیت کا تیری مدار

آیہ لا تقنطو کا راز تجھ پر آشکار سوچ انا فحشا سے عیاں تیرا وقار

اک زمانہ خوشہ چیں تھا تیرے فیض عام کا

تجھ سے دنیا میں ہوا سرسبز باغ اسلام کا

بادۂ توحید سے لبریز تیرا جام تھا دفتر ہستی میں سب سے پہلے تیرا نام تھا

تو زمانہ پر خدا کے پاک کا انعام تھا قلب باطل تیرے در سے لرزہ برآمد تھا

تیرا سینہ تھا منور جب لوہۂ توحید سے

جس طرح دنیا ہو روشن تابشِ خورشید سے

حق میں اربابِ دغل کے تیری تیغ بے نیاز بن کے دستِ لم یزل لیتی تھی اپنا انتقام

خلق کو دروغِ عمل تھا تیرا حسن انتظام اوز نگاہِ ذرف کو تھا طرفہ حیرت کا پیام

جو بیاضِ علم و فن میں نسخہ اکسیر ہے

عہدِ ماضی کی ترے دھندلی سی اک تصویر ہے

خلق میں ظلم و ستم کا گرم جبب بازار کھتا کھڑکا تشکۂ تیغ لے گلزار تھا

ظفرِ قید و بند کا تھا کچھ نہ خوفِ دلا حق کی خاطر تو ہمیشہ برسرِ پیکار تھا

تھانہ تجھ کو خوف برق و صرصر و میاد سے

گلستاں محفوظ تھا تیرا ہر اک افتاد سے

تیری نظریں اس جہان آج کل سے تھیں بلند تیری فطرت تھی فضا کے لامکاں سے پہرہ

لائی تھی باطل کو خاطر میں نہ طبع حق پسند انقلاب و ہر فانی سے نہ تھا تجھ کو گزند

نوعداقت کے چمن کا اک گل شاداب تھا

معدنِ جود و سخا کا گوہر نایاب تھا

تیرے ہاتھوں میں عناں تھی تو سن ایام کی تیری رفعت تھی مماثلِ حیرتِ نیلی فام کی

تھی فروزاں شمع تجھ سے عظمتِ اسلام کی تیری جولاں گاہ و سعتِ مصر و دم و شام کی

تیری ہمت لیتی تھی اسکند و دارا سے باج

تھا قدم بوسی کو حاضرِ قیصر و کسریٰ کا تاج

رشتکِ صد گلزار تھی تیرے گلستاں کی پہا جس کا تھا ہر خنسل شادابی میں گلشنِ دربار

تجھ کو تھا ستراری عالم کا خلعتِ سیاز گلا زیرِ فرمان تھے تیرے شمس و قمر، یل و ہزار

کائناتِ بزمِ ہستی حکم پر استادہ تھی

پیرِ دہوں کی جبینِ درہر تھے افتادہ تھی



پرچم اقبال تھا تیرا کبھی کشورِ ستاں      کشتی اُمید کا تھی رحمتِ حقِ بادِ باں

نصیلِ گل کو ابرِ نیلاں تیرا فیضِ بکراں      قہرِ تیرا زمینِ باطل کو تھا برقِ تپاں

دل کو جب سے محو ذوقِ خود پرستی کر لیا

آپ کو غارت گرِ ناموسِ ہستی کر لیا

آج ہستی تیری وقفِ ماتمِ امید ہے      تو ہے مژدہ تیری عطیتِ زندہ جاوید ہے

اُٹھ کہ پھر درپیشِ بزمِ دہر کی تجدید ہے      تیری پشانی میں تاباں جلوہ تو حید ہے

دُور کر غفلت کے پردوں کو دلِ بیتا سے

طالعِ خفتہ کو چونکا بے خودی کے خواب سے

ازیتِ محفلِ تماکلِ تنگ آج ہی تنگِ جہاں      وجہِ عبرت بن گئی دُنیا کو تیری داستاں

تیرے قبضہ میں سحوکلِ تکتِ زمین و آسماں      ظلمتِ شب میں اب محرومِ منزلِ کاواں

تھا جو کل فریادِ رسِ وہ آج خودِ شاہ ہے

تا چادرِ سہفتِ کشورِ خانماں برباد ہے

نا خدا حالت تری بڑے کی عم انگیز ہے      ہے زمانہ نامساعد آسماں خوں نیر ہے

لنگر گشتی شکستہ بحر طوفاں خیر ہے      بخت موحوا ہے باد مخالف تیز ہے

پھر شکستہ ہمت عالی سے اپنی کام لے

کر کے قسمت پر بھروسہ باد باں کھام لے

زندگی اقوام عالم کی سراپا جوش ہے      تو شراب بے خودی میں کس قدر دوش ہے

بریلطیہ امید سیاب یاس ہم آغوش ہے      وقت سے پہلے رباب زندگی خاموش ہے

سر پر تیری آج چھائی ہو گھٹا ادبار کی

آشیاں ہو نذر تیرا بقی شعلہ بار کی

کھونہ وقف یاس ہو کر شانِ استقبال کو      خذہ پیشانی سے اٹھ قسمت کے استقبال کو

پاں دکھا دے ہو ہر شمشیرِ فرخِ فال کو      عہدِ ماضی سے ملا دے لے کے عہدِ حال کو

خون آبی رگوں میں جوش کھائے کاش پھر

دے درفش کاویانی کو شکستِ فاش پھر

تجھ سے کہتا ہے یہ فطرت کا تقاضا بر ملا      جاوہ حق پر رواں ہو کج روی سے باز آ  
کفر کی آندھی بھجھا دے شمع دین مصطفیٰ      ہے یہی تیری حمیت ہے یہی پاس وفا

حق کے پروانوں سے خالی حیف یہ شخص ہوئی

قوم مسلم کس لئے زتاری باطل ہوئی

تیری ملت بھی وہی ہے مادی ملت وہی      نور وحدت بھی وہی ہے جوشش رحمت وہی

مصنف ناطق ہے اب تک مخزن حکمت وہی      ہے ابھی توجیر میں تسخیر کی طاقت وہی

ہے پیغمبر بھی وہی تیرا وہی اسلام ہے

لیکن اے مسلم تری غفلت کا یہ انجام ہے

وہ پیغمبر ہے کہ کھڑی جن کی ذات بے مثال      منظر فخرۂ اوصاف ربّ ذو الجلال

وہ رسالے کے افق کا ضوِ فناں بدرِ کمال      جس کی آیتیں یہاں میں کفر و ظلمت کا نزال

جس کی کجبت مشامِ وہ جہاں ہو فیضیاب

جس کی فتوے ہو گیا کا فوراً ظلمت کا سیلاب

چارہ ساز و دولت حامی دین متین جس کے پر تو سی ہوئی روشن عرب کی سڑکیں

کی عطا حق نے جسے سرداری دنیا و دین باعث تخلیق عالم رحمتہ للعالمین

قولِ مکت لکم شہ کا ہے نقشِ نیکیں

ہے وہی بے شبہ آؤ لئی کی خلوت کا مکیں

چھوڑ کر راہِ رضا کے خالق جب رکو مجھول کر عہدِ وفا کے احمد مختار کو

پھینک کر سگرے سید ابرار کو محو کے یاد سے اسلاف کے کردار کو

روحِ آزادی کو پابند غلامی کر لیا

ملتِ اسلام کو تو نے مقامی کر لیا

اب بھی اے کج و ساف کج روی یہ چھوڑ دے باگ پھر ہموار کی منزلی کی جانب موڑ دے

توڑ دے جتن بھی پر اسنام باطل توڑ دے رشتہ الفت محمد مصطفیٰ سے جوڑ دے

ہو کے مست اک بار پھر اس بادۂ پرورش سے

دور کر دے لعنتِ بارِ غلامی و روش سے

پھر دکھائے ذوالفقار عیدری کی شان کو اور ابو بکر و عمرؓ کی قوتِ ایمان کو

زندہ کر دے پھر جہاں بسطوتِ عثمانؓ کو پنجہِ باطل سے کر آزاد ہندوستان کو

چھڑے سازِ خودی توحید کی مضرب سے

جاگ اُٹھیں نیند کے ماتے فنا کے خواب سے

ساز تیرا اب بھی پر ہے نغمہٴ تکبیر سے ہو گیا خاموش لیکن شومی تقدیر سے

ہاں مٹائے نقشِ باطل جلوہٴ شمشیر سے لے کے ایثار و تجمل کا سبق شبیر سے

وقتِ ہوا اب بھی کہ تو سب بے بازی چھوڑے

روحِ حریت دکھا طوقِ غلامی توڑے

## ہلالِ عید سے

ہلالِ عید تو نے عظمتِ مسلم بھی دیکھی ہے جہاں ہیں کارِ فرما سطوتِ مسلم بھی دیکھی ہے

تجھے اُن سوراشیروں کی نعرہٴ یاد ہیں اب تک کہ جن کی گونج سے دشتِ جہاں آباد ہیں اب تک

نظر میں ہے زمانہ غزوی کا اور غوری کا  
 پٹھانوں کی جہان بینی کا منظر تو نے دیکھا ہے  
 یہی دلی جیسے ہندوستان کا دل سمجھتے ہیں  
 یہی دلی بنی تھی شہ جہاں کی آنکھ کا تارا  
 کبھی بدلتی تھی یاں شان سی تیری پذیرائی  
 جہاں مشتاق رہتا تھا تری فرزندہ پیکر کا  
 زمیں سے تا فلک اٹھتی تھیں اہر شاہ دانی کی  
 وہی تو ہو ہی اب بھی ہولت اہل ایمان کی  
 شمع خاموش ہو پروانے سا رکھل چکے شاید  
 فلک کو باداب تک جس کی جرأت کا فسانہ ہے  
 اب کچھ کد ام میں باطل کے آزادی کا جو یا ہے  
 شاگردوں سی آیام سلط کے نقش پارینہ  
 تھا جن کے دید بے سے رنگ ترخ فلک بھیجا  
 مغل اور ان کی سلطانی کا منظر تو نے دیکھا ہے  
 سلاطین مغل کے عہد کا حاصل سمجھتے ہیں  
 تھا اس کی خاک کا ہر ذرہ عالمگیر کو پیارا  
 کہ تھی خیم فلک بھی فرط حیرت تماشا  
 تری صورت پہ دھوکہ ہوتا تھا ابرو دلبر کا  
 وہ موجیں کامرانی کی وہ نبضیں زندگانی کی  
 مگر چہروں سو ظاہر ہو غلش غمبہاں پہناں کی  
 اب ان آنکھوں میں یرانی ہو طوفان فصل کو شایہ  
 اُسی کا آج سر ہٹھو کریں ہیں اور زمانہ ہے  
 نہ چونکے مشترک شاید کچھ ایسی پی کے سویا ہے  
 شکستہ کرد یا خود اپنے مستقبل کا آئینہ

رگ ہستی کو فوں تپتیں جن تھوں کی شمشیریں  
 انہیں کا تھو کا اب پور ہیں محکومی کی زنجیریں  
 نظر تاریک - دل بے ذوق فطرت ننگا یانی  
 سرا پارنگ غو دینی فقط ذوق تن آسانی  
 یہ کیا محشر سے پہلے خلق میں محشر کے ساماں ہیں  
 غلامان محمد کفش برداری پہنازاں ہیں  
 بزرگوں پر جو اتنی اور پیری ہے جوانوں پر  
 غرض بارگراں ہیں محفل ہستی کے شانوں پر  
 اُداسی سے کسی کی شکل پہچانی نہیں جاتی  
 نہیں جاتی کسی صورت سے ہیرانی نہیں جاتی  
 مگر تقدیر مہو یا در تو پھر وہ دن پلٹ آئیں  
 اسی مرکز پہ سارے ہند کے ساکن ملٹ آئیں  
 وہی چہرے خوشی کے ہوں شادی کے سنگامے  
 مچے ہوں چار جانب جشن آزادی کے سنگامے  
 وطن کے باغ میں پھری ہو اے اتحاد آئے  
 مشام جان و دل میں بگڑا گلزار مراد آئے

اگر اب بھی تقدیر برسرِ تائید ہو جائے

حقیقت میں یہ روزِ عیدِ روزِ عید ہو جائے

## قائد اعظم محمد علی جناح

|                                       |                                     |
|---------------------------------------|-------------------------------------|
| ہے کلید در نصرت ترا حسن تدبیر         | اوجناح آج تدبیر میں نہیں تیری نظیر  |
| ہیں سیاست میں ترے سامنے طفل مکتب      | گانڈھی و مالوی دتہ و ور آجندہ سب    |
| جن سے اغیار کی چالوں کو کیا تو نے مات | بھول سکتی نہیں تاریخ ترے چودہ نکات  |
| زورِ باطل پہ یہ اغیار نے دل میں ٹھانی | بہرِ تخریب اٹھے ظلم و ستم کے بانی   |
| بس چلے اپنا تو کعبہ کو شوالا کر دیں   | حملہ کفر سے حق کو تہہ و بالا کر دیں |
| جراتِ خالداً اعظم کا نمونہ بن کر      | آیا میدان میں تو اغیار کا طغہ سُکر  |
| دُور کی جس نے مسلمانوں کی خستہ حالی   | وہ ترا ذہن رسا وہ تری فطرت عالی     |
| ڈال دی جس نے کہ اغیار کی صف میں لڑا   | تیری بے لوث یہ خدمت یہ ترا جوشِ عمل |
| جس پہ اربابِ غفل کی نہ چلی رو باہی    | وہ تری تیز نگاہی وہ مالِ آگاہی      |
| ہے مسلمانوں کی تنظیم کا سہرا ترے سر   | حرمِ رازِ سیاست ہو تری پختہ نظر     |



کل جو تھے نشہ پذیر حکومت میں مست  
 و صلے آج ہیں اس قوم کے افراد کے پست  
 تفرقہ چاہتے تھے کل جو مسلمانوں میں  
 ہیں خجالت کیے سر آج اُن کے گریبانوں میں  
 زور و قوت کے بھروسے پہ جو مغرور تھے کل  
 اب نہیں ان کی جبینوں پہ وہ نخوت کے بل  
 تو ہم مسلم کی جو کرتے تھے نہ ہستی تسلیم  
 آج ہیں سلسلہ جنباں پہ صلح و تفہیم  
 گو مسلمانوں میں کچھ بے حس و غدا رہی تھے  
 بنامہ زربھی تھے کچھ بستہ زنا رہی تھے  
 چاہتے تھے کہ مسلمان ہوں غفلت کے نسکار  
 منتہ ہو کے رہیں طالبِ رحم اغیار  
 تو نے شیرازہ مسلم کو بکھرنے نہ دیا  
 خم سب عجز و بغیر پہ کرنے نہ دیا  
 تو نے پھر سر سے افوت کا سبق تازہ کیا  
 متحد قوم کا بکھرا ہوا شیرازہ کیا  
 کر دیا دور مسلمان کی گراں خرابی کو  
 راہ دی کعبہ کے بھٹکے ہوئے اعرابی کو  
 اس گئے وقت میں ملت کا سہارا تو ہے  
 فلک قوم کا رخشندہ ستارا تو ہے

اب دعا ہے کہ ہے فتح کا سہارا ترے سر

تیرے صدقے میں ملے ملت بیضا کو ظفر

نظم بر موقع تشریف ورسی قائد اعظم محمد علی جناح

۲۳ نومبر ۱۹۴۱ء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (زمانہ مسلم لیگ)

نئے سحر بہار آئی ہے اس بڑی گلستاں میں      دو باد پڑ گئی ہے حجابِ لہ مر وہ کے ارماں میں

مبارکباد کا اک شور ہے مُرغانِ بستاں میں      عجب منظر چو محنِ باغ کا فصل بہاراں میں

نہ ہو کیوں شاد و ملت جو ہر قابل کی آمد ہے

علی گڑھ میں ہمارے رہبرِ کامل کی آمد ہے

وہ آیا جو ہمارے حق میں رحمت کا پیامی ہے      وہ آیا جو ہمارے مذہبِ ملت کا حامی ہے

وہ آیا جس کی حکمتِ ضامنِ فتحِ دوا می ہے      وہ آیا جو سفیرِ خیرِ می و شاد کامی ہے

ہمارا قائد اعظم یہاں تشریف لایا ہے

ہمارے سر پر اُس کا اُسِ پُفضلِ رب کا سایہ

مسلمانوں کے شیرازہ کو یکجا کر دیا جس نے دلوں کو ہزار بہ صفت وطن کی بھڑیا جس نے  
میں رنگین آزادی کا اک ساغوریا جس نے سہا کو وقت اور جہ انور دیا جس نے

مسلمانوں کے حق میں قاصد فرخندہ فر آیا

ہمارا قائد اعظم ہمارا راہ بر آیا

یہ وہ غرت ہے جس پر فخر اور نازش ملے ہے نگاہوں میں ہماری تریب چرخ بریں کم ہے  
ہمارے سامنے دارا و اسکندر کا سر خم ہے ہمارا مہاں قسمت ہے وہ انسان اعظم ہے

شب تاریک ملت میں جو پیغام سحر لایا

مسلمان اہم کردہ تھی ان کو راہ پر لایا

خدا کے فضل سے اب ہم میں تنظیم و اتحاد ہے ندوہ آپس کے بھگتی میں وہ پہلی سی کلفت ہے  
قدم زندگی سے پاس ناموس شریعت ہے مگر سب ہمارے راہ برہی کی بدولت ہے

خداوند! تو اس رہبر کو عمر جاودانی دے

اسے اپنے مقاصد میں نوید کامرانی دے

گزارش ہو مری اب محترم بہنوں کی بہت میں      کہ ہم پر ایک نکتہ زکریٰ ہو حقیقت میں  
جو کوتاہی ہوئی ہم کو اسے حق ملت میں      سمجھو وضعت آسکا بنائے نظم امت میں

ہماری گود ہے انسانیت کا پہلا گہوارا

ہے ہم پر قوم کا بننا بجز ناسمجھ سارا

ابھی تک ضربِ عمارہ کی سطوت دل میں باقی ہو      وہ جب کا درد اب تک سینہ باطل میں باقی ہے

ہوئی گوشتِ گل لیکن ہواں محفل میں باقی ہو      نشانِ محملِ لیلیٰ ابھی منزل میں باقی ہے

ہواں مردی کی پشیمانی چبکا نام روشن ہے

وہ گوہر جس کی تابانی سو آنِ اسلام روشن ہے

۱۔ اُمّ حنیملہؓ :- ایک مسلمان خاتون۔ آپ جنگِ اُحد کے دن رسولِ اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی سپہرہ میں ہوئی تھیں۔ جتنے وار تھے آپ اس شانِ رسالت کو بچانے کی  
خاطر اپنے اوپر لے لیتی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک طعون کے کاری دار نے آپ کو بُری طرح  
زخمی کیا اور آپ زمین پر گر پڑیں۔ اس وقت حضور رسالت مآب نے ان کے صاحبزادہ  
عمارہ سے فرمایا ”اپنی ماں کو لے جاؤ۔“

یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۷ برس کی تھی۔

نوٹ ۱۔ عمارہ یہاں بضرورت شعر مشہور ہے۔

ہماری گود میں ضرار و خاٹہ سے جواں نکلے      فہم و کاواں لٹھو، دلیر و تیغ راں نکلے  
ہماری بزم سے جبرائیل کے لاکھوں کاواں نکلے      ہمارے صف میں کشتہ رستانِ جہاں نکلے

ہمیں اب بھی اسی صدق و صفائی کا کام لینا ہے

ترقی نامی قومی کا سفینہ ہم کو کھینا ہے

ابھی وقت ملت کی علم بردار بن جاؤ      انھوت کی سپر اسلام کی تلوار بن جاؤ

ثبستانِ حیا کی شمع پڑاؤں بن جاؤ      تہہ دل سے کینز احمد محنت اربن جاؤ

ہو سرگرم عمل کشتِ وفا کی آبیاری کو

سمجھ کر اپنا فرض و لیں طاعت گزاری کو

اے حضرت ضرار بن ازور اسلام کے نامور فرزند۔ آپ تنہا دشمن کی صف میں گھس جاتے تھے اور اسے درہم برہم کر دیتے تھے۔ آپ کبھی جنگ میں نیگے بدن ایک لانیانیرہے کر گھٹنے لگتے۔ کبھی بوسیدہ تباہین کر ہوئی سی تلوار آپ کے ہاتھ میں لے دشمن پر جا پڑتے۔ آپ کا نام ہی سن کر دشمنوں کے جگر تھڑا جاتے تھے۔

اے حضرت خالد بن ولید سپہ سالارِ حبش اسلامیہ۔ آپ کی بہادری کے کارناموں کا تاریخ عالم ہیروئی ہے۔ سپہ سالاری کے زمانہ میں اور اس سے معزول ہونے کے بعد بھی آپ ہی کی تیغ نے تمام دنیا کو اسلام کے یزیدین کیا۔ آپ بسا اوقات صرف چالیس پچاس آدمیوں کو ساتھ لیکر دشمن سے آمادہ جنگ ہو جاتے۔ آپ کے بارگاہِ کلاہ میں جس میں مولیٰ کریم صلعم کے مومے مبارک تھے۔ یہ تمام برکت اسی کلاہ کی بدولت تھی۔

نوٹ:- ضرار و بھڑواریت شہر منہ ڈو ہے۔

سمجھ لیجے کہ ہم آئندہ نسلوں کو سنواریں گے  
 ہمیں کرنا بہت کچھ ہے مگر ہمت نہ ہاریں گے  
 خدا پا ہے تو رنگِ چہرہ ملت نکھاریں گے  
 سفینہ غرق ہونے کو ہے لیکن ہم ابھاریں گے  
 مسلمانوں کی مردہ قوم کو ہم زندگی دینگے  
 انہیں ہم زندگی بخشیں گے اور تابندگی دینگے

## رُودادِ نسوان

چھپا رکھا تھا شکوہ دل میں ہم نے دل کچھ مر کا  
 بنا رکھا تھا زخمِ اپنا سینہ شعلہ غم کا  
 نہ ہو کر ہو سکا جسم یہ دل صد ماتِ پیہم کا  
 وسیلہ بن گیا زخمِ جگر تدبیرِ مرہم کا  
 لبِ خاموش نے آخر سکوتِ دائمی توڑا  
 قلوبِ مطمئن نے دامنِ صبر و سکون چھوڑا

تنبہ بکے جیسے سے آہوں کا شرار اٹھا      برسے دیدہ تر مثل ابرو ہسار اٹھا

نڑپ کر صورت بہاب قلب بے قرار اٹھا      قفس میں طائر جاں مضطرب کر پکار اٹھا

رقم کر خونِ حسرت سے فسانہ زندگانی کا

سنا میں صنفِ غالب کے ورق اپنی کہانی کا

نہ چھپو کیفیت ہم سے ہوا سے جذبہ دل کی      ہوئی گل روتے روتے شمعِ آخر اپنی محفل کی

نہ کی صیاد نے پروا، ذرا شورِ عناد دل کی      کہویرا نہ قفس کا انتہا تھی اپنی منزل کی

بنا کر تختہ مشقِ ستم جلا دے رکھا

ہمیں پا بند کر کے بانی بیدار دے رکھا

رکھا بیزار جاں و نیت نڈ آزار نے صدیوں      لٹائے نقدِ الفت چشم گوہر بارے صدیوں

رکھا پابندِ آفت چرخِ کج فتنائے صدیوں      جلایا اپنا گلشنِ آتشِ پیکار نے صدیوں

غدا بے روح تجا ہر سانسِ گوخوارِ ثنات سے

نہ پھیرا نہ کو لکینِ حکمِ ناطق کی اطاعت سے

سہم نے ہزاروں حسرت و آلام دُنیا میں رکھا محرومی تقدیر نے ناکام دُنیا میں  
 نہ پایا کوئی پل کوئی گھڑی آرام دُنیا میں ہے مرغِ قفس بن کر اسیرِ دِوامِ دُنیا میں

جہاں میں گوہرِ مہر و وفا کی آبرو بن کر  
 ہے خاموش مثلِ گل، پریشاں مثلِ بون کر

گر بنگی جانِ مضطر پرالم کی بچلیاں کب تک ہیں گی مہاں گھڑی ستم آریاں کب تک  
 حوادث کے تھپیڑوں کی تلاطم خیزاں کب تک رہیں گی ورطہِ غم میں ہماری کشتیاں کب تک  
 مٹا بیگا تمہارا ظلم کب تک جانتاں بن کر

اجاڑیگا جسے بانج کو بادِ خزاں بن کر

ہمیں دیکھو گئے تم کب تک حقارت کی نگاہوں سے گی دشمنی کب تک تمہیں ہم بے گناہوں سے  
 دھواں کب تک اٹھے گا اپنی درواگیرا ہوں سے ہے گی تاجِ بے اعتنائی واد خواہوں سے

رہے گا بند کب تک ہم پہ آزادی کا دروازہ

ہے گا آرزو کا خوں ریزِ مظلوم کا غازہ



بے دنیا میں ہم دھکتے ہوئے دل کی صدا بن کر کہیں بے نور آنکھوں کے لئے لازو ضیا بن کر

کہیں جسے کس ضعیفوں کے سہاڑے کو عذاب بن کر ادا کرتے رہے حق پیکر مہر و وفا بن کر

دیا ہر طریقے سے ثبوت اپنی صفائی کا

رہا اس پر بھی باقی داغ ہم پر ہے وفا کا

بنایا عفت و شرم و حیا کو پاسدار اپنا ادب پوشاک اور زہد پر رہا صبر و قرار اپنا

رکھا پوشیدہ دل میں جذبہ بے اختیار اپنا رہا تلخی میں بھی غم کی تخیل خوشگوار اپنا

دکھایا غم ہم نے معدن صدق و صفارہ کر

گزار ہی زندگی پابند آئین و مدارہ کر

رہے گو دل میں تم کا شانہ دل کے مکیں بن کر امانت قوم کی برہاد کی لسیج بن کر

رہا کھاسم ہم پر نبی کے جانشین بن کر اجڑا تم نے گلشن تخلص بند باغ دیں بن کر

کہو انصاف سے خود کیا ٹھکانا ایسے ظالم کا

رکھے اسلام پر بہتان جو اپنے مظالم کا

خداوندانِ مہربان بھی نرالی شان رکھتے ہیں وہ کہنے کو خدا کے حکم پر ایمان رکھتے ہیں  
صدائے حق کے لئے اپنی سدا قرآن رکھتے ہیں غصہ پہ مصحفِ رب پر کھلا بہتان رکھتے ہیں

سنائے ہیں یہ پڑھ کر ترجمہ آیاتِ قرآن کا

کہ اس میں صاف ہے فرمانِ نیک و نیکوئی کا

ہیں مرنی اک صدف کے ایک گیش کے ثر و ثلوی ہوئے اک نخل کے سایہ میں پل کر بار و درونوں

ہیں اک صانع کی حسرت کے کرشموں کا اثر و ثلوی ہیں اک خالق کے بندے ایک محنت کی نظر و ثلوی

کیا کیوں بند ہم پر اس نے یابِ علم و آزادی

ہوئی منظر کیوں قدرت کو اپنی خانہ بر بادوی

تا و توحیدِ باوہی اسلام کا کیا قصا پہلے سر پہ احساں اُن کے فیضِ عام کا کیا قصا

تو نہیں معلوم ہے آواز اس انجام کا کیا قصا کلامِ اللہ میں حق ہی سستی ناکام کا کیا قصا

اگر روشن ہے اک عالم تو ہو اللہ یاد رہے

پڑھو قرآن میں حق لباسِ حکم داد رہے

وہ جس کی ذاتِ اقدس بن کے الطافِ عظیم آئی      وہ رحمتِ ساحلہ جس کے رحمتِ رب کریم آئی  
 جہاں ہیں ساعرِ توحید کی بن کے قسم آئی      لٹانے ہوئے رحمتِ خلق میں شکیں نسیم آئی

سیرِ فاراں پہ چھوڑا جس نے آزادی کا لہرایا

گہریاں جس کے پر توستہ ہوا الخا و کا سایا

وہ محبوبِ خدا، سرورِ عالم، ہادیِ دوران      وہ سالارِ رسل، شہنشاہِ شہان، گنجینہٴ عرفان

کیفِ علیٰ طبقہٴ نسواں تھا جس کا سایہٴ دامان      بنا جس کا کرم ہم بے کسوں کی اہلیت کا سامان

وہی تھے جو حقوقِ زندگی اس پاک سہتی نے

کئے نذرِ فنا وہ سب تمھاری چیرہ دستی نے

تو انہیں شریعت کا بنا کر رازدار اس نے      دیا ہم کو نظامِ زندگی میں اختیار اس نے

پاسی مجلسوں میں ہم کو بخشا اقتدار اس نے      بنایا محفلِ علم و ادب کا حصہٴ دار اس نے

مٹی اس کے عمل میں طبقہٴ نسواں کو آزادی

مبینِ عصفِ نسواں بن گیا اسلام کا ہادی

بنایا سرور و می جاہ نے جب راز دار اپنا نگاہ اہل دل میں ہو گیا قائم و متا اپنا

ہوا ہر حلقہ تہذیب میں جب اعتبار اپنا رہا باقی نہ حیوانوں کے ذمہ میں شمار اپنا

مٹی اس رحمت عالم کے صدقے میں بہ آسانی

مثلاً کس محراب کو گوہر کیست کی تابانی

کتابوں میں خواتین سائنس کا حال زندہ ہے زبانی میں ہمارا غم و استقلال زندہ ہے

عصبہ کی حکومت یورک کا اقبال زندہ ہے زبیدیہ کا سنجلی، خولہ کا جلال زندہ ہے

ایکی سب سے اپنا سب سے شوکت ماضی کا آئینہ

و کھتا ہے جو اپنے عکس میں احوال پارینہ

لے رہے سلطان آتش و آبی ہند کی تیشا تھی۔ یہ آتش کے بعد ہندوستان پرکراں ہوئی۔ مردوں کی طرح ہر فن میں ماہر تھی اور ہر شے کا بنیاد۔ سب سے اظہار حکومت چلائی تھی۔

لکھ نوریہال سب سے شاہ جہاں لکھ نوریہال کی عظیم و شوکت کی داستانیں ہمیشہ ہندوستان میں یادگار رہیں گی۔ بڑی بہادر خاتون تھی، بڑی اچھی شاعرہ تھی۔

سب سے زبیدیہ خاتون، پارون الرشیدہ خلیفہ عباسی کی لکھ، یہ بہت تھی و نیک خاتون تھی۔ کدہ نظریں نہر زبیدیہ اسی کے نام سے مشہور ہے۔

خبر ہے صنفِ نازک میں ہے وہ جنسِ گر نایا  
کہ جس کے سر پہ پہلے پہر ہم اسلام لہرایا  
وہ جس نے خلق میں اول مسلمان کا لقب پایا  
کیا نذرِ پیمبرِ زندگی کا اپنی سرمایا

نتیجہ ہے یہ ازواجِ پیمبر کی نقابست کا  
و غیرہ ہے جو دنیا میں حادثِ نبوت کا

تہا رہی ذاتِ جب تک کشتیِ حق کا سہارا تھی  
و فاداری ہماری ہر قدم پر آشکارا تھی  
مہربان ہم سے مساواتِ عمل جب تک گواہ تھی  
فضائلِ گلشنِ اسلامِ حُبّت کا انظارا تھی  
نہ کلمہ کا تھا حوادث کا نہ غمِ آفتا کا اس کو  
نہ گلچیں کا خطر تھا اور نہ ڈرِ حیا و کف اس کو

خود اپنے ہاتھ سے تخریبِ ملت کی بنا ڈالی  
ہمیں چاہے بنا کر تم نے ملتِ خود مٹا ڈالی  
مصیبتِ اک زمانہ کی ہمارے سر پہ لا ڈالی  
جو کشتِ آرزوؤں کے لیے پانی جگھا ڈالی  
نہیں ممکن کہ تاریکی میں ہو روشن نظر پیدا  
صیارِ ہجرِ خوشنہ سے ہوتی ہے سحر پیدا

لہذا

ہوئی ہے رائے قائم رہبران قوم و ملت کی کہ ہے آغوش مادر و رس گہ اخلاق و حکمت کی

نہ ہو بنیاد مستحکم اگر قومی عمارت کی توقع غیر ممکن اس سے ہے اس سلامت کی

اگر منظور ہے اہوں قوم میں اہل نظر پیدا

ضرورت ہے کہ نسواں میں کرو شوق ہنر پیدا

ابھی ہے وقت باقی اپنی کج فہمی سے باز آؤ مسلمان ہو تو احکام شریعت کو بجا لاؤ

ہمیں اس نصیب عظمیٰ کی لذت سے نہ ترساؤ بنا کر نیم سہل کج عزت میں نہ ترپاؤ

گزر جائے سہارا اس کا وقت اور بات رہ جائے

نکل جائے یہ موقع حسرت مافات رہ جائے

خبر ہے قائد اعظم نے جو غم کو نصیحت کی کہ شمشیر و قلم دونوں میں نیت کا رخ ملت کی

مگر ان دونوں سے بڑھ کر یہی طاقت و شوکت کی حقیقت میں یہی بنیاد ہے قومی عمارت کی

وہ ملت پائیدار نہیں سکتی کہی انوار آزادی

معطل اور ناکارہ ہو جس کی نصف آبادی

نغم آگیں کس قدر یہ داستان تلخ کامی ہے جو قسمت سے کوئی آزادی نسواں کلامی ہے  
تو آزادی نہیں وہ اہل مغرب کی غلامی ہے نگاہِ دول کی بے باکی، ہوس کی بے لگامی ہے

یہ آزادی ہمارے دکھ کا دریاں ہو نہیں سکتی

یہ تاریکی حریفِ مہر تاباں ہو نہیں سکتی

مالِ اس تربیت کا ہے فقط ذوقِ تن آسانی نہ اس میں جذبہٴ بغیرت، نہ احساسِ سلطانی

سعادتِ فاطمہ کی ہے نہ شہیقہ کی تابانی خلافِ شیوہٴ ایماں ہے یہ تسلیمِ نسوانی

نگاہِ ناز کو اپنی جویوں بے باک کرتے ہیں

وہ اپنے ہاتھ سے ملت کا پر وہ چاک کرتے ہیں

نگہ بے باک ہوتی ہے تو دل تاریک لگتے ہیں گریزاں شرمِ بغیرت دسو سے نزدیک لگتے ہیں

جواب آمیز ہوتے ہیں تو جلوے ٹھیک لگتے ہیں توازن رکھنے والے لائقِ تبرک ہوتے ہیں

گمہ کی خیرگی ابھی اندہ دل کی شیرگی ابھی  
انجلا اس سے دنیا میں رہے وہ روشنی اپنی

ضرورت ہے کہ عورت جذبہ عزت پر کامل ہو      فرائض زندگی کے ادا کرنے کے قابل ہو  
مصولیہ کی کوشش زندگی کا اس کی حائل ہو      شغل بھیر و ایشاد و رضا نطرت میں شامل ہو

افق پر ظلم و کثمت کے مثال مہر و نشان ہو  
بسا طر زندگی جس کی شعاعوں سے روشن ہو

وطن اس کی شعاع نور سے محو ہو جائے      فروغ دین دانش سے زمین پتہ نور ہو جائے  
جیسا آئین ہو، صدق و صفا دستور ہو جائے      جہاں میں پیکرِ علم و عمل مشہور ہو جائے

بدگو مرد مک کی طرح پردے میں جمال اس کی  
افق پر صورت مہر میں چمکے کمال اس کی



خدا یا ہم کینروں کو غل کی توہایت دے  
ارادوں میں بلندی، حوصلوں میں استقامت دے

شجاعت ایم عمارہ کی اسکا کی حمیت دے  
ہوقا ائم سطوت اسلام جس سے وہ عزت دے

اکہی پرچم نسواں کو پھر عالم میں بالاکر

ہماری محفلوں میں شمع ایماں کا اچالا کر

لے حضرت اشہاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی (جنہیں عشرہ مبشرہ میں شامل ہونے کا فخر حاصل ہے) زوجہ محترمہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مادر محترمہ ہیں۔ ہجرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جب آپ نے اپنی بیٹی کے دو کڑے کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پوشہ دان کو باندھا تو آپ کو بارگاہ رسالت سے "ذات النظارین" کا خطاب عطا ہوا۔ جس وقت ابن زبیر رضی اللہ عنہ حجاز کے منہج میں گھر کر رہے یا مدینہ کا رہ گئے تو اپنی مادر محترمہ کے حضور میں گئے اور عرض کی۔ "اماں جان، فرمائیے کیا میں ان لوگوں کے ہاتھ پر بیعت کر لوں؟" اس وقت اس باجمیت خاتون نے جواب دیا، "تجدد اللہ اگر تم تاحق پر ہو تو بیعت کر لو، لیکن اگر حق پر ہو تو خدا کی راہ میں قربان ہو جاؤ، عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے؟"

# ہندوستان و پاکستان

## ہندوستان

یہ کس نے تفرقے کا بیج بویا اس گلستان میں      یہ کس نے چھیڑ دی پیکار باہم کفر و ایمان میں  
یہ کس نے خرمین الفت جلا کر خاک کر ڈالا      یہ کس نے پردہ مہر و مروت چاک کر ڈالا  
یہ کس نے مجاہدہ اخلاص و سوزی سرمنہ موڑا      یہ کس نے اتحادِ باہمی کا سلسلہ توڑا  
یہ پاکستان نے خوابیدہ فتنے کو جگایا ہے      اسی نے قوم کو آپس میں لڑنا سکھایا ہے  
اسی نے قومیت کو ہند کی فرقوں میں بانٹا ہے      یہی ہندوستان کی راہِ آزادی کی کٹنا ہے

خدا ہی جانتے اس روزِ سیر کی شام کیا ہوگی

یہ ہے آغاز تو کیفیتِ انجہام کیا ہوگی

وطن ہی آج قومیت کی ہے بنیاد و بنیائیں      وطن ہی سے ہیں فوہیں شاد اور آباد و نیائیں  
وطن پر آج اقوامِ مہذب جان دیتی ہیں      فقط اک جان ہی کیا عزت و ایمان دیتی ہیں

وطن اہل بصیرت کی نظر میں سب سے پیارا ہے  
 یہ جان و مال سوا اولاد کی، مذہب سے پیارا ہے  
 وطن ہی ہند میں بھی قومیت کی گر بنا ہوتا  
 ہر اک گردن میں طوق اس کی اطاعت کا پڑتا  
 اسی گل میں ہر اک جزا اپنی ہستی کو سمودیتا  
 اسی وحدت میں اپنی انفرادیت کو گھودیتا  
 ہر اک شے سے مقدم ہوتی گراں کی فداواری  
 اسی رشتے کے سبب شیخ و برہمن ہوتے زنادی  
 نہ ہوتا مصر و شام و ترکی و ایران کا سودا  
 ہر اک سر میں سما ناصرب ہندستان کا سودا

تو یہ اُجڑا ہوا گلزار بھی آباد ہو جاتا

غلامی سے ابھی ہندوستان آزاد ہو جاتا

## پاکستان

تعجب کیا اگر اسلامیوں نے تجھ سے منہ موڑا  
 تہی کج رایوں پر رشتہ ہر دو فنا توڑا  
 نے فرزند ہیں محکومی یورپ کے دل دادہ  
 سمجھتے ہیں اسی کو منزلِ اقبال کا جادہ  
 انہیں کیا تجربہ آزادیوں کی فذرِ عظمت کا  
 انہیں اندازہ کیا اسلوبِ دامنِ حکیمت کا  
 زبوں نے کبھی آواز نہ سنا ہی نہیں سیکھا  
 کبھی طوفان کی مانند بہنا ہی نہیں سیکھا

انہیں پروا نہیں افرنک اگر محشر کرے برپا  
 نہ جائے رشتہ سلیمین ہاتھ سے بھارت کی وحدت کا  
 مگر میرے ہلکے گوشوں کو کیا اس قیدِ باطل سے  
 کہ خوشنوگل کی باندِ مرکبان ہوتی ہے شکل سے  
 یہ نامکن کہ راحت ہو انہیں بندِ غلامی میں  
 یہ مستبعد کہ وہ محدود ہوں قیدِ مقامی میں  
 وہ ڈھائیں گے طلسمِ افرنک کی تدبیرِ محکم کے  
 وہ رہبر ہیں نہ صرف اپنے وطن کے بلکہ عالم کے  
 کریں آخر قناعت کس طرح قیدِ دوامی پر  
 ابھی گزری ہے ان کو اک صدیِ عہدِ غلامی پر  
 نہ ہونے وطن سے ان کو الفت ہو نہیں سکتا  
 مگر پھر بھی وطن بنیادِ ملت ہو نہیں سکتا  
 رسولِ پاکؐ کی ہجرت یہ دیتی ہو سبق ان کو  
 کہ ہے کیساں سوا و شرق و مغرب پر حق ان کو  
 عبت و تلبے تو رونقِ وطن کی جنس کا سد کو  
 ابھی بھولی نہیں دنیا لڑائی کے مفاسد کو  
 تجھے کیوں خوفِ پاکستان کی محسوس ہوتا ہو  
 کہ یہ پیغامِ خود تیرے لئے آسن و بقا کا ہے

”مسلمان کے لہو میں ہے سلیقہ و لہذا نہ ہی کا“

(اقبال)

اخوتِ حسن عالمگیر ہے مروانِ غازی کا“

غزلستان



# عزل

نمبر ۷۷

وسعت مرے خیال میں ارض و سما کی ہے

محرم نظر مری حرم کبریا کی ہے

ہر شے سے حسن صانع قدرت ہے آشکار <sup>۶۶۰ الہی</sup>  
ہر گل میں بوی کسی رنگیں ادا کی ہے

پہنچیں دعائیں بابِ حریم قبول تک

تاخیر یہ کسی دلِ درد آشنا کی ہے

گلشن میں ہے فرامِ عروسِ بہار کا

کترے ہیں گل یہ طرفہ روشِ نقشِ پاکی ہے

اب ویدتی ہے ہر گل رنگیں کا بانگین

عالمِ شباب کا ہے، نزاکتِ بلا کی ہے

گلزار و مرغزار میں اور سبزہ زار میں  
 ندی رواں نسیم کے جود و سخا کی ہے  
 بیل کی لے میں بریطِ توحید کا ہے سوز  
 ہر سمت دھوم باغ میں صلّٰی علیٰ کی ہے  
 نغمہ سرا ہے فاتحہ وحدت کے سار پر  
 نالوں میں قمریوں کے عجب لے صفا کی ہے  
 کلیوں کے قہقہے ہیں فضا لے بسیط ہیں  
 غنچوں سے آج آنکھ بھولی صبا کی ہے  
 متحقی کسی غریب کے نالوں کا ہے اثر  
 آیا ہے ابر جھوم کے رحمت خدا کی ہے



# عزل

جوش پر رنگِ طرب دیکھ کے میخانے کا  
جھک کے منہ چوم لیا شیشے نے پیمانے کا

سازِ عشرت سے نکلتی ہے صدائے ماقم  
کیا یہ دنیا ہے مرقعِ مرے غم خانے کا  
نظر آتی ہے ہر اک بُت میں خدا کی قدرت

سلسلہ کعبہ سے ملتا ہے صنم خانے کا  
مل گئی مل گئی دادا اپنی وفاؤں کی مجھے

ہنس دیے سن کے وہ قصہ مرے مرجانے کا  
کے درس لے زندگی شمع سے اے پروانے  
عاشقی نام ہے مرمَر کے جتنے جانے کا

سج مرتدیں بھی آرام سے سونا معلوم

نقش ابھی دل میں ہے گزے ہوئے افسانے کا

شمع رورو کے اسی غم میں گھلی جاتی ہے

خون ناحق مری گردن پہ ہے پروانے کا

دبیدہ ترنے کئے راہ میں دریا حاصل

قصہ اُس نے جو کیا دل سے کبھی جانے کا

عزم و دیر میں کس طرح گئے دل اس کا

جس کی نظروں میں ہو نقشہ ترے کاشانے کا

دیکھ جائزے مرنے کا قیاس شائستہ بھی

آخری باب ہے یہ زیست کے افسانے کا

حسن اور عشق کی تفسیر مکمل ہو جاے

شمع کے ساتھ رہے تذکرہ پروانے کا

مخفی اس طرح سے کچھ عمر بسر کی ہم نے  
زندگی کا ہوا اطلاق نہ مرجانے کا

## غزل

کچھ حد بھی اے فلک ستم نارا کی ہے  
ہر سانس و استہاں ترے جو روحِ وفا کی ہے  
حاجتِ ددا کی اور نہ ضرورتِ دسا کی ہے  
اب چھوڑ چارہ ساز جو مرضی خدا کی ہے  
دامانِ ضبط چاک تو کر دے جنوں مگر  
توہینِ یہ مرے دلِ غم آشنا کی ہے  
خونِ حیات، خونِ طرب، خونِ آرزو  
یہ شرحِ مختصر مری عمر و فنا کی ہے

غیرت نے میری خود ہی سفسینہ ڈلو دیا  
 دیکھا نظر پھری ہوئی کچھ ناحدا کی ہے  
 بربادیوں سے درس بقالے رہی ہوں میں  
 یہ سنت کہن شرِ کرب و بلا کی ہے  
 عرفانِ غم سے نفس کا عرفاں ہوا نصیب  
 سیرھی یہ پہلی معرفتِ کبریا کی ہے  
 ہم سے خزاں نصیبِ قفس میں بھی شاد ہیں  
 لائی جو بوئے گل یہ عنایتِ سبا کی ہے  
 خود داریوں نے زیست کو آساں بنا دیا  
 بیتا بیوں کی خو ہے نہ آہ و بکا کی ہے  
 مانا کہ تجھ کو عیش کی جنت نصیب ہے  
 تحقیقِ غم نہ کر کہ یہ نعمتِ خدا کی ہے

اس زندگی نے ساتھ کسی کا نہیں دیا  
 کس بے وقاسے تجھ کو تنہا وفا کی ہے  
 کشتی کو میری موجوں سے پہنچا نہیں گزند  
 منت گزار یہ کرم ناحسہ کی ہے  
 مخفی پناہِ پیاویرِ زہرا نہ چھوڑنا  
 تسلیم نوسا ہے کہ دشمن حیا کی ہے

## غزل

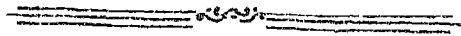
جینے کا لطف، زیت کا مال نہیں رہا  
 وہ ولولے نہیں ہے وہ دل نہیں رہا  
 ہنگامہ زارِ شوق ہے یا محشرِ الم  
 طوفانِ اضطراب ہے وہ دل نہیں رہا

رہائی کی ایک ہی نگہ التفات میں  
 مشکل ہمارا عتدہ مشکل نہیں رہا  
 یادِ شنِ بخیر حاصلِ کونین تھا جو دل  
 چھٹ کر کسی سے اب کسی قابل نہیں رہا  
 محفل سے اٹھ گئے مری حیرت کے آئینے  
 اب آئینے کے کوئی مقابل نہیں رہا  
 محققِ قضا نے راہ میں ہم کو مٹا دیا  
 اندیشہ و رازِ مئی سنزل نہیں رہا

## غزل

شیوہ ضبط کو رسوا دلِ ناشاد نہ کر  
 لبِ خاموش کو آلودہ فریاد نہ کر

دل ہے گنجینہ صد گوہر اسرارِ وفا  
 اسے نگاہِ غلط اندازِ اسے براہِ نکر  
 صفحہٴ دل سے مٹا عظمتِ ماضی کے نقوش  
 ہیں یہ بھولے ہوئے افسانے انہیں یاد نہ کر  
 شیعہ جو رکھ رکھا اہلِ وفاتک محدود  
 عام فیضِ خلشِ وردِ خدا داد نہ کر  
 رکھ نظرِ وسعتِ دامنِ کرم پر اپنے  
 تو خطا پوش ہے مخفی کی خطا یاد نہ کر



اسلامی  
تاریخ

## غزل

گردشِ دورِ فلک پر تو عبث ہو معترض  
اپنی سمت کی تباہی اپنے کرداروں میں دیکھ

ہے اگر دنیا میں ایثار و صداقت کی تلاش  
قادرِ اعظم کے اقوالوں میں، افرادوں میں دیکھ

ڈھونڈتا ہے شوکتِ رفتہ اگر اسلام کی  
تو اسے عہدِ گزشتہ کے پرستاروں میں دیکھ

ہو جو مردانِ مجاہد کی نظر کو جستجو  
لیگ کی تحریکِ ملی کے علمداروں میں دیکھ

جستجو درپیش ہو مردانِ حق آگاہ کی  
ان کو دربارِ رسالت کے وفاداروں میں دیکھ

جگمگاتا تھا کبھی جس سر پہ تاجِ خسروی  
سجدہ ریز اس کی جبینِ غیور کے درباروں میں دیکھ

مسندِ اسلام پہ کل تک جو تھا جلوہ فروز  
آج اس کو برہمن کے کفنِ سواروں میں دیکھ

بخود ہی پہ جس کی قرباں ہوشِ اہل ہوش کو  
وہ سرورِ برمدی شیر کے میخواروں میں دیکھ

غریبِ باطل کو تھی جس کی تڑپِ نظارہ سوز  
وہ تجلی اپنی زنگ آلودہ تلواروں میں دیکھ

اس نے غرقِ جہد و فدا و حق کر دیکھے ہیں دور

عالمِ عہدِ گزشتہ چرخ کے تاروں میں دیکھ



مستشرق



# صبحِ نشاط

(اپنے شوہر کی ولایت سے دلہی پر)

صبح کی دیوی کو پا کر نغمہ سنج انقلاب  
لے رہا تھا کروٹیں خورشیدِ خادر کا شباب

اپنی موجوں میں صبا لے کر حیاتِ نو کا جام  
اک ادائے ناز سے گلشن میں تھی محوِ غرام

جھللاتی چاندنی کے تختہ شفاف پر  
نورِ سلماے حقیقت ہو رہا تھا جلوہ گر

نیرِ اعظم کا آئینہ تھے ذرے خاک کے  
جل کے ٹھنڈے ہو چکے تھے قہقہے افلاک کے

ہو کے لطف اندوز شب کی مٹھل خاموش میں  
سطربان سازِ فطرت آہے تھے ہوش میں

نہی فضا کی لہر میں دوڑی ہوئی بوجِ سرور  
پہرہا تھا دادِ بی ظلمات میں دریا سائے نور

ٹوٹنے کو تھا طلسمِ دوش کا قفلِ سکوت  
ذرا ڈالی ڈالی تھی جن کی مستِ صہبائے حیات

اک ادائے خاص سے تھا حسنِ فطرتِ حجاب  
رخ سے تھے اٹھے ہوئے جلوہ فروشوں کے نقاب

نور کی آغوش میں ظلمت نہاں ہونے کو تھی  
صبحِ شب کی مملکت پر حکمراں ہونے کو تھی

سہ گندریا ہوئی شب

صبح گلشن میں نسیم جالفت ز آوارہ تھی  
 آنکھ میری مائل صد حُزُنِ نظارہ تھی  
 اپنے آنکھوں میں اٹھا کر بار بار  
 دے رہی تھی ہر گلِ نوز کو بیجا مہار  
 وہ سحر تھی جس کے نظارے کو دل تھا بے قرار  
 آنکھ تھی جس کے لئے میری سرِ پا انتظار  
 وہ سحر تھی جس کا واجب مجھ پر استقبال تھا  
 دلِ سراپا شوق تھا اور آنکھِ خود دید تھی  
 پیچھے پیچھے جس کے میرا نیرِ اقبال تھا  
 نالہ بے تاب نے رنگِ اشیرِ پا ہی لیا  
 یہ سحر دراصل میرے حق میں صبحِ عید تھی  
 تائب نے رنگِ اشیرِ پا ہی لیا  
 تشنہ لبِ محفل تھی ساتی لے کے جامِ آہی گیا  
 کون ساتی جس کو عادت کم نگاہی کی نہیں  
 ہے کبھی ساتی، کبھی سیکش، کبھی خود جام ہے  
 بے وفائی جس کی عادت میں کبھی داخل نہیں  
 جس کا دامن مکر سے اور دلِ ریا سے پاک ہے  
 جس کی دانا فی صداقت کے لئے پے پاک ہے

ہمنان چرخ جس کی رفعت پرواز ہے جس کی فکر آسماں رس پر خرد کو ناز ہے

اس سبک رقی پر جس کو بردباری ہے پسند

کیمیا گر ہو کے جس کو خاکساری ہے پسند

## شاعرات کو دیکھ کر

ہے آتشِ نفاق سرورِ زان نہ پوچھئے کیوں کر جہاں ہے شعلہ بداماں نہ پوچھئے

بے باکئی نگاہ کے ہاتھوں سے اس قدر ہے تار تار شرم کا داماں نہ پوچھئے

تقویٰ شکن شباب کی آندھی کے سامنے کیوں کر کبھی ہے مشعلِ ایماں نہ پوچھئے

کعبہ کا سر جھکا ہے کلیسا کے سامنے یہ انقلاب گردشِ دوراں نہ پوچھئے

پیکِ خیال کی جو سائی سے دور تھا کیسے ہوا وہ حسن نمایاں نہ پوچھئے

۱۔ لطافتِ طبع۔ ۲۔ ڈاکٹر رفعت حسین صدیقی نے کیمٹری میں اسکور ڈس ڈی فل کی ڈگری حاصل کی۔

۳۔ تذکرہ شاعراتِ اردو، آغاز سے موجودہ دور تک کی شاعرہ خواتین کا تذکرہ مع انتخابِ کلام و تہصرہ الیف محمد علی آبرو بریلوی۔ دانش نوری کتب خانہ بریلی ۱۹۹۷ء اس تذکرہ کے اس کلام سے متاثر ہو کر جو عشقیہ اور مریاں ہے

چاروں طرف ہیں حسن کی جلوہ نمایاں  
 یہ مقتضائے وقت کا اندرے انقلاب  
 صد جنت نگاہ کے سا ماں نہ پوچھئے  
 ہے آج عشق حسن کا مہاں نہ پوچھئے  
 خونِ حجاب - خونِ وفا - خونِ آبرو  
 دھوئی رہائی دیر میں کعبے کو چھوڑ کر  
 تہذیبِ مذکے ہیں یہی عنواں نہ پوچھئے  
 کچھ آج کل کے شیخ کا ایماں نہ پوچھئے  
 اس رُومیں شانِ غیرتِ ملت بھی بہ گئی  
 کھویا گیا وہ رقصِ کلیسا کی تال پر  
 منبر سے اب نشانِ سلماں نہ پوچھئے  
 رنگِ طلوعِ صبح بہاراں نہ پوچھئے  
 غفلت کے ابرِ تار کی ظلمت میں چھپ گیا  
 غیرت کا خونِ سر، حمیت کی نبض گم  
 اس دردِ لاعلاج کا درماں نہ پوچھئے

مخفی یہ انقلابِ زمانہ کا رنگ ہے

صبحِ وطن ہے شامِ غریباں نہ پوچھئے



# عورت

کیا ہے عورت صانع قدرت کا نگین شاہکا  
نشہ مے کی لطافت، جن فطرت کی بہار  
غینچہ و گل کا تبسم موجِ دریا کا خرام  
خود فرا مویشی کی دعوت، خود فروشی کا پیام  
کیا ہے عورت ایک رنگیں اور دلکش خواب  
یا نزاکت کے چمن کا اک گل شاداب ہے

آہ اے شاعر حقیقت کی نہیں تجھ کو خبر  
کس قدر محدود و ظاہر ہیں ہے اُن تیری نظر  
ہے دل سادہ ترا و ابستہ تیر مجاز  
مجھ سے سن عورت کی فطرت کا بھنا ہر جواز  
کیا ہے عورت؟ عفت و شرم و حیا کی پاسدا  
پیکرِ سعی و عمل، تصویرِ تمکین و دستار  
حائلِ انسانیت اور نگہسارِ کائنات  
جس کے سوز و سائے ہو رونقِ بزمِ حیات  
الفبتِ معصوم اس کی جیسے طفلی کی حیات  
ہے خداوندِ حیاں کا دستِ شفقت اس کی ذات  
محفلِ تخلیقِ آدم کی وہ شمع جاں سندا  
زندگی کی ظلمتوں کو جس نے روشن کر دیا

صبر کے نعمتوں سے پُر ہے اس کا ساز زندگی  
 اس کی چشم دور ہیں آگاہِ رازِ زندگی  
 ساوگی پُر اُس کی قرباں سینکڑوں رنگینیاں  
 اس کی خاموشی میں پنہاں اس کا اندازِ سیاق  
 ہوا اگر محالِ مفقود سے نگاہِ ثر و ف ہیں  
 اُس کا آغوشِ کرم طفلی کی جنتِ سرسبز  
 ہے معجزِ دہسِ اول کے پڑھانے کے لئے  
 اس کا زانو تختِ شاہی دستِ شفقتِ تاجِ زر  
 ہیں مثالِ مہ جو ہستی کے افق پر جلوہ گر  
 جن کی نکہت سے مشامِ دو جہاں ہو فیضیاب  
 استوار سی اور استقلال میں مشہور ہے  
 اس کا زبور ہے عملِ پوشاک ہے صبرِ قرار  
 ہے وہ صابر دل میں گو پوشیدہ ہوں غم کے شرار  
 تختہ مشقِ ستمِ پاک تہِ ہیداو ہو  
 ملتے ہیں اکثر وفاؤں کے مثر جو رستم  
 اس کے قدموں کے ہے زیر سایہِ فردوسِ بین  
 اس کا زانو تختِ شاہی دستِ شفقتِ تاجِ زر  
 خضر رہ ہے منزلِ مقصد بتانے کے لئے  
 ہیں اسی معدن کے وہ سائے درخشندہ گر  
 ہیں اسی گلشن کے پروردہ وہ گلہائے خوش آب  
 دستِ بر و وقت و عورت کی دنیا دور ہے  
 غم کی تلخی میں بھی ہے اس کا تخیلِ خوشگوار  
 چہرہ سے لیکن نہ ہوگی دل کی حالتِ آشکار  
 پھر بھی نامکن زباں آلودہ فریاد ہو  
 پھر بھی ہے پابندِ اسیرین وفا اس کا قدم



خیر خواہ قوم ہے اس کا دل درد آشنا  
 ہے سراپا درد و مہر و صدق ایثار و وفا  
 آفریں وہ اس کے دل کا جذبہ بے اختیار  
 کرتی ہے وہ اپنی ہمت کڑی اہوں کے پار  
 خفی اس جنس گرامنایہ کی ازانی ہے آج  
 ماند اس نایاب گوہر کی درخشانی ہے آج

## صبح صادق

کس کی آس ہے یہاں ہے کون یہ ہر حال  
 خوبصورت خوب سیرت نہ دل و شہن خیال  
 جسکی تابانی سے ظلمت کی گھٹائیں ہیں  
 بحرِ بزرگ و شجرِ تنویر سے معمور ہیں  
 راہِ برہرو کی اور غمخوار ہے دلگیر کی  
 دادیں ہے بیکسوں کے نالہ شکیں کی  
 ہے دعا مظلوم کی جسکے عمل میں متجاہ  
 فتح و نصرت دائیں بائیں رحمت حق ہر گاہ  
 گلبن رشکِ چمن رنگین ادا گلگوں قبا  
 فرق پر تاجِ بزرگی تن پہ عفت کی ردا  
 سادگی میں کس قیامت کی ٹپکتی ہے پھین  
 سارا عالم بن گیا ہے روکشِ صحنِ چمن

کر دیا عالم منور پر تو رخسار سے  
 منتظر ہیں جسکے تپائے کے سب شاہ و گدا  
 یک بیک سارے دل خواہید آنے ہوش میں  
 تہنیت کو جس کی بزم عالم امکان میں  
 یاد حق مد نظر ہے مرو یا ایسان کو  
 جھومتے ہیں وجد میں ششاد اور سرز رواں  
 سر پہ سجود الیاں ہیں دیکھ کر لطف عظیم  
 سونے والو جاگ اٹھو یہ وقت ہے تعظیم کا  
 کر کے شہنم سے وضو پھولوں تک تقریر کی  
 یوں دعا کرتے ہیں مرغانِ نواجہ چمن  
 خند زن ہیں پھول ہیں محصوم کلیاں شاہان  
 رنگ رخ ہیبتِ نفی ہے ماہِ پر تصویر کا  
 تازگی گلشن کو بخشی شربت دیدار سے  
 ہے پیامِ زندگی جس کی نوید جانفزا  
 سو گئے تھے جو لپٹ کر رات کے آغوش میں  
 جل رہی ہے شمع کا فوری ہر اک ایوان میں  
 فکر جانکی لگی ہے بھیت پر دہقان کو  
 رنگِ عشرتِ چمن کے گوشہ گوشہ سے عیان  
 اور یہ مژدہ دے رہی ہے باغ کو بادیم  
 ہے تصرف ملک میں اب ملکہ اقلیم کا  
 بانگِ بیل نے لگائی نعرہٴ تکبیر کی  
 خستہ تک آبار کھے تجھ کو ربِّ ذوالمنن  
 جسطح ہوں اک جگہ حورانِ عثمانِ جنان  
 کس کی آمد نے بدل ڈالا ہے رخِ تصویر کا

آپ ہے زہرِ کازہرہ دیکھ کر اس حال کو  
 شب کو ہے تاکید یہ نجمِ سحر کی بار بار  
 اسکے جلوہ کی چمک مانندِ تیغِ بے نیام  
 گوہِ رابرِ کرمِ خلقت پر برساتی ہوئی  
 لائی میدانِ و غامیں تو سنِ سیار کو  
 کس کی ہمت کہ اُس سے برسرِ پیکار ہو  
 پہلے سو نیا اس کو فطرت نے نظامِ سلطنت  
 ساتھ لے صبرِ رضا کو وادیِ خاموش میں  
 جب تُوئی بامِ فلک پر صبحِ صادقِ جلوہ گر  
 کاؤ ان شبِ سردھارا باندھ کر نیستِ سفر  
 جمع ہے فوجِ کو اکب ساری استقبال کو  
 بھڑھٹھانٹو آ رہی ہے دخترِ لیل و نہار  
 چالِ متوالی چلے جیسے کوئی نازکِ خرام  
 قربِ حق کا راستہ بندوں کو دکھلاتی ہوئی  
 اور شکستِ فاش دی اک لشکرِ ہزار کو  
 شاہِ خاور سا جری جس کا سپہ سالار ہو  
 پھر شہِ خاور نے لی آکر زمامِ سلطنت  
 لیلی شبِ جا کے سوئی ہو گئے سنخوش میں  
 کاؤ ان شبِ سردھارا باندھ کر نیستِ سفر

ہے یہی مخفی طریقہ گردشِ ایام کا

ہو گریز ان صبح کے حملے سے لشکرِ شام کا

# نینی تال

زینتِ کون و مکان لے گلنداؤں کے دیار      شاہِ فطرت کی ہیں رنگینیاں تجھ پر نثار  
تیرا ہر گوشہ عروسِ زندگی سے ہم کنار      کارِ گاہِ دہر میں صنعت کے یکتا شاہکار  
کس نے بخشی ہے تیرے دامن کو رنگین بہار

ناز سے جب تیرے دامن پر چلتی ہے صبا      گو بخشی ہے برِ بِلَاقِ قدرت کے نغموں کی صدا  
شاخاؤں پر وہ کلیوں کے تبسم کی ادا      گاتی ہے شیریں ترانے بلبِ رنگینِ نوا  
پھول کی نظریں نہیں اب اسکے حق میں بخار

اشکارِ تجھ سے ہے فطرت کی رعنائی کا راز      صبحِ کارِ رنگیں تبسمِ شام کی زلفِ دراز  
ذرے ذرے میں ترے کیفیتِ صہبائے ناز      رفعتِ گردوں ترے دامن پہ پڑھتی ہے نماز  
تجھ سے ہے فطرت کی شانِ سرسیدی آشکار

باعثِ ہنگامہ محفل ہیں افسانے ترے      دستِ بردِ دہر سے ہیں دور کا شانے ترے

سِتِ مینائے طرب رہتے ہیں دیوانے ترے      بادۂ عشرت سے ہیں لبریز پیمانے ترے

چھین لیتی ہیں تری سرمتیاں صبر و قرار

دہر میں سرمایہ ہنگامہ مخفل ہے تو      رہ نورِ جدِ جادۂ امید کی منزل ہے تو

فیض ہے موجوں کا حکمی عام وہ سائل ہے تو      حن کی لیلاتے دل افروز کا محل ہے تو

ہر ادائیری کمالِ حن کی آئینہ دار

جلوہ فرما تختِ زر پرِ ملکۂ اقلیمِ شام      بارگاہِ حن میں ذوقِ نظر کو اذنِ عام

کشتیوں میں وہ حسینانِ جہاں کا اژدہا      جطر ح سے بدلیوں میں ماہِ کامل کا خرام

بھولتی ہے تیرے بھولوں پر جوانی کی بہار

رات جب آتی ہے گلشن میں تیرے مینا بدوش      ہر لبِ غنچہ سے آتی ہے صدائے ناؤ نوش

چاندنی کی گود میں ہوتے ہیں ہنگامے غموش      پھر سحر دیتی ہے آکر انکو پیغامِ خروش

نوابِ شیریں سے جگاتی ہے نیمِ مشکبار

تیرا جامِ خرمی گو ایک جوئے شیر ہے      بہرہٴ در لذت سے جسکی ہر جوانِ ویر ہے

باعثِ کلفت مگر مزدور کی تقدیر ہے      زندگانی جس کی اک حسرت بھری تصویر ہے  
جس کی حالت دیکھ کر ہوتی ہیں آنکھیں اشکبار

ہے گرفتارِ الم سختی کش رنج و ملال      زندگانی اس کی ہے مرگِ دوامی کی مثال  
تنگ دست و خستہ جان و مضطرب و آشفتمند حال      ہے بلندی تیری اسکے حق میں پیغامِ نوال  
تیری جمیعت ہے اسکے حق میں وجہ انتشار

اک طرف ڈھلتا ہوا دولت کے سانچے میں ثواب      اک طرف بھوک کی نگاہیں درد مندِ اضطراب  
اک طرف عشرتکدوں میں نغمہ چنگِ رباب      اک طرف افلاس و ناداری سے جہاں قفسِ عذاب  
خرمنِ امید پر برقی حوادثِ شعلہ بار

اف وہ دل جو ہے نرے سنگِ حوادثِ کشاکش      تیرے گھرے کھڑ ہیں جسکی آرزوؤں کا مزار  
جس پہ ہے بے درد انسان کی تم کو شکی کا بار      خندِ زن ہے جس پہ ہر دمِ دولتِ سرمایہ دار  
کیوں خزاں ہے اسکے حق میں یہ تری فضلِ بہار

# مرثیہ نواب بہادر یاجنک مرحوم

اب وہ وقتِ سخت آیا ہے کہ دورِ آسمان  
 لے رہا ہے صبر کا مسلم کے شاید امتحان  
 بچ گئی وہ شمع جس سے انجن پُر نور تھی  
 کیوں نہ اٹھے محفلِ ہستی کے سینے سے دھواں  
 آج اس کی زندگی کا ساز بے آواز ہے  
 پھونک دی تھی جسِ ثلث کے تنِ مردہ میں جاں  
 وادیِ غربت میں داماندوں کو روتا پھوڑ کر  
 سو رہا ہے چین سے مرقد میں میرِ کاروان  
 آنکھ کو جسکی نہ خیرہ کر سکی دولت کی تاب  
 قلب کو جس کے نہ مائل کر سکا عیشِ جہان

قائد اعظم کی سچی جانشین تھی جس کی ذات  
 کتنے پیروں کو بنایا جس کی ہمت نے جواں  
 وہ وقار قوم وہ ملک و وطن کا جاں نثار  
 فخر میدان سیاست تازش ہندوستان  
 جس کو تھا احساس فرض ملک و ملت اس قدر  
 کی نہ کچھ پروائے جاگیر و خطاب و عز و شاں  
 چل بسا دنیا سے وہ ہم بکیوں کا دستگیر  
 اٹھ گیا گیتی سے وہ ہم عاجزوں کا پاسبان  
 قوم میں لیڈر بھی ہوں گے سینکڑوں سردار بھی  
 یوں سب ہی ہونے کو ہوں گے پر بہادر خاں کہاں  
 عین سے سو مرنے والے جا کے کچھ قبر میں  
 تیرے سر پر ظلّ داماں رسولِ انس و جان



# بہترین تبریک

(بر موقد انتخاب والس چاندی جناب ڈاکٹر سرینا الدین احمد صاحب)

تھا علی گٹ کا چین ہونے کو یا مالِ حسنراں  
گردشِ قسمت سے رخصت ہو چکا تھا باغیاں

تھا شبِ تاریک میں گم کر دی منزلِ کارواں  
رہنما منقہ ویرہ مسدودہ بہادہ بے نشان

دُوبی جاتی تھی بھٹو نہیں کشتی دارِ الصائم  
یار سوتے بس کہ تھیں گھیسے بہتے طغیانیاں

اس تلام کی کشمکش میں نہ ملتا تھا کوئی  
جو اٹھائے دوش پر بہت کے یہ یارِ گراں

قوم کی صفِ بڑھا آفر وہ مردِ نیک ذات  
جس کی قومی خدمتوں کے تھے مقرر خود و کلان

جس نے اس بیگم کی کٹی ناخدا ئی اپنے وقت  
چل ہی تھیں ہر طرف سے چٹالے آندھیاں

ہے کمالِ فضل میں جو کج فخرِ روزگار  
ہے فنِ تعلیم میں جو آج مشہورِ زماں

جس کا اخلاصِ عملِ فرباشِ عالم میں ہے  
جس کی تدبیرِ سیاست کا بڑا قائل کب جہاں

خز کر اپنے مقتدرِ عملی گدھے مختارِ کمر  
امج تیرا جو حریفِ رفعتِ ہفت آسماں

آج ہے وہ ذاتِ والا صد رتیری بزم میں  
جس کے جسمائوں کا تیرے سر پہ یارِ گراں

آگیا قسمت تیری رہنمائی کے لئے  
 جس کی اعلیٰ قابلیت کا ہے عالم معترف  
 پیکر الطاف بیخظہر فیض احمد  
 اسے وقار قوم کے قوم و وطن کے افتخار  
 تو ہے پتیا بانیشیں سرسید مرحوم کا  
 تیری سیرت، تیری خصلت تیری شفقت تیرا <sup>لطف</sup>  
 ہیں ترے ایتار کے حساد بھی مدحت سرا  
 اب صمیم قلب سے مخفی ہے یوں وقیف و عا  
 ہوضہ یار وین احمد سے منور جامعہ  
 رحمت باری رہے سرسید کے سایہ فگن  
 اور سائے میں ترے سرسبز ہو یہ گلستاں  
 جانِ تعلیم مسلم کا وہ میسر کارواں  
 جس کی یکتا کار دانی کی ہے دنیا میں خول  
 سر ضیاء الدین احمد نازش ہند و ستاں  
 اے فداے علم، اے علم و مہر کے راز و دل  
 کیوں نہ ہو پیرانہ سالی میں تری ہمت چرا  
 دل پسند دل نشین و دل پذیر دوستاں  
 ہیں تری توصیف میں اغیار بھی رطب اللساں  
 جب تک کہ ہو ہر دم سے رونق بزم جہاں  
 جامعہ کے نور سے روشن زمین و آسماں  
 اور سائے میں ترے سرسبز ہو یہ گلستاں

تو نے کی ہے دستگیری ملتِ ناچار کی  
 دستگیری تیری فرماے خداے مستعان

# نظم دعائیت

(ایک عزیز کی فرمائش پر)

|                                           |                                            |
|-------------------------------------------|--------------------------------------------|
| مبارک اہل بزم شاد کامی روز عید آیا        | نقیب صبح کے کرشن عشرت کی نوید آیا          |
| ورق ماضی نے الطافِ طفلی کی کہانی کا       | کیا تیار مستقبل نے نقشہ زندگانی کا         |
| عروسِ شب نے آنکھوں سے لگایا چوم سہرا      | سحر کے مُطرب رنگیں نے گایا جھوم کر سہرا    |
| خوش قسمت کہ رکھ کر سپہ تاج کامرانی کو     | لباسِ نوحہ و سی نے سجایا نوجوانی کو        |
| پنچھار کے لئے اگلیج زر لیلِ شب لائی       | سحر طشتِ افق میں بھر کے اصل بے پناہ لائی   |
| ہوا سنکی ہے بوئے کھلے غنچے بہ ہنسیں کلیاں | مبارک باد سے گونجیں جہاں آبا و کی کلیاں    |
| بڑھے جب جام لے کر سوئے محفلِ صاحبِ خانہ   | چھٹک اٹھا فلک پہ ساتی فطرت کا پیانہ        |
| ازل کے روز رکھا تھا یہ قسمت کے نوشتے میں  | کہ یہ دُرہائے روشن ہنسناک میں ایک شستے میں |
| ہوئی تاشامِ رخصتِ جشنِ نوئی گرم بازاری    | نظر کے سامنے ہے اب جدائی کی گھڑی بھاری     |
| دل نازک سے سیلابِ جدائی آ کے ٹکرایا       | تبسم آنسوؤں کی موج میں بہتا نظر آریا       |

جدائی سے تری گوشتیں دل چور ہر پیاری  
 سکونِ قلبِ مادرِ تری صورت کا نظارہ  
 بہارِ باغِ طفلی کے ترانے ختم ہوتے ہیں  
 جو ہے ماضی سے بیکانہ وہ مستقبل بنانا ہے  
 قدم رکھنا ہر تپم و رضا کی پہلی منزل میں  
 ادیبِ جنِ خدمتِ سو کسی کو رام کرنا ہے  
 دعا کے ساتھ کتاب ہے تجھے رخصت پدری بی  
 معطر ہو گلِ عشرت کی خوشبو سے چین تیرا  
 شگفتہ غنچہ، صد رنگ ہو تیری جوانی کا  
 نمونہ بن کے دنیا میں رہے حُسنِ ہمیر کا  
 دُعا ہے تجھ پہ سایہ دامنِ اکیں عجب کا ہو  
 ترے گلشن میں جب کہے ہوئے سناں گارا  
 دمِ رخصت بھلا کیا اس سے بڑھ کر دوس کا ہو

مگر رسمِ زمانہ ہے یہی دستور ہے پیاری  
 مرا آغوشِ الفت ہی، تری عشرت کا گہوارہ  
 مسریِ دیرینہ الفت کے فصل نے ختم ہوتے ہیں  
 تجھے اباک نئی دنیا میں جا کر دل لگانا ہے  
 نشیمن اب بنانا ہے کسی کے خادِ دول میں  
 سدِ گہوارہ عشرت میں پھر آرام کرنا ہے  
 ہے تیری تجسبی سے صورتِ راکھری بی  
 سبق آموز ہوا ہل زمانہ کو چلن تیرا  
 یہ رشتہ پیش خمیر ہوتا جہاں دانی کا  
 نہ چھوٹے ہاتھ سے دامن ترے زہر کی چلاو گا  
 عنایتِ طفلی کی ہو کر مہربانِ علی کا ہو  
 ترے گھر ہمسیرِ باغِ حیاں ہو وہ بہار گئے  
 ملے سراپہ اخلاقِ بہتِ مصلحتِ تجھ کو

# سہرا

(بیتقریب شادی ڈاکٹر محمود احمد صاحب فیہرلم یونیورسٹی علی گڑھ)

|                                            |                                            |
|--------------------------------------------|--------------------------------------------|
| اداسے کون رشک ہر نکلا باندھ کر سہرا        | درختاں ہے شعاع رخ سے مانند سہرا            |
| فلک پر آج زہرہ یہ مبارکباد گاتی ہے         | بندھے یمن سعادت کا مرے نوشہ کی سہرا        |
| مسرت سے چین میں کھل کھلا کر منہ بٹیں کلیاں | نسیم روح پرور نے جو گایا جھوم کر سہرا      |
| نظر دولہ کی سہرے پر ہے اور سہرے کی دولہ پر | نگاہوں میں سناٹا ہے مسرت کی خبر سہرا       |
| کہاں تھی پیشتر اس میں یہ رنگینی یہ شادابی  | جمالِ روئے نوشہ سے ہے فردوسِ نظر سہرا      |
| کبھی فرط محبت سے بلائیں رخ کی لبتا ہے      | عقیدت سے جھکاتا ہے کبھی قدموں پر سہرا      |
| نگاہِ بد سے حاسد کی بچانے کے لیے شاید      | بنا ہے فرق پر حسنِ دل آرا کی سپر سہرا      |
| عزیزوں کی تنہا اسکی لڑیوں سے ہے ہوا        | ہے خواہر کی خوشی، مادر کا دل جانِ پدر سہرا |
| کسی مصوم کے دل کی دعا کا جلوہ رنگیں        | کسی خوش بخت کے تخیلِ تنہا کا نثر سہرا      |

زبیں ہے فخرِ اقران و امثال علم و حکمت میں      نہ کیوں ہو علم و حکمت کا بھلا نوشتہ کے سہرا  
 دعایہ دوستوں کی ہے کہ یارِ یثیغِ ہستی ہیں      بہارِ کامرانی کا بنے پیغامبر سہرا  
 مبارک ہوا الہی ڈاکٹر محمود احمد کو      یہ مقبول جہاں مقنع، یہ منظورِ نظر سہرا  
 وطنِ دولہ کو یہ عقدِ مبارک سازگار آئے      بنے تہنیدِ صد عیش و مسرت سہرا

خوشی کی تہنیت میں بیگمِ رفعت کی جانب سے  
 ہے نذرِ حضرت احمد حلیم خوش سیر سہرا



# سہرا

دہ تفریشادی خاندان آبادی انعام الحق صاحب پر وفیساہ بکلو عمر بک کلام دہلی  
 یہی کہتے ہیں باہم دیکھ کر اہل نظر سہرا کہ اور ج بخت کا ہے آج کل نوشتہ کے سر سہرا  
 جلو میں اپنی لایا ہے امیدوں کی سحر سہرا حیات عشرت تازہ کا ہے پیغام تبر سہرا  
 یہ شان حسن و زیبائی میں مہر و مہر تماشائی بر صد انداز یکیتائی ہوا ہے جلوہ گر سہرا  
 کبھی ہے غیرت گلشن کبھی ہے رکوش مہن کبھی ہے رشک گل سہرا کبھی رشک گہر سہرا  
 ہے گو ہر بار، گو ہر خیز، گو ہر ریز، گو ہر زوایا برنگ بحر بے پایاں مثال ابر تر سہرا  
 بہاراں در بہاراں، گلستاں در گلستاں بھگا ابھی کیا ہے ذرا آنے دو لپٹے رنگ پر سہرا  
 نہیں سہرا یہ ہارہ ہے پر خ ماہ درخشاں کا نہیں کر لڑن کا ہے یہ چہرہ خورشید پر سہرا  
 تصدق کیوں اُس پر رنگا ہیں کامرانی کی کہ اقلیم جوانی کا بنا ہے تاجور سہرا  
 تصدق میں الہی آل اصحاب محمد کے پھلے پھولے جہاں میں مثل نخل بارور سہرا

پروے خوب در ہائے مضامین تم نے لے محفئی

عجب کیا گر بنا ہنسنگ یا قوت و گہر سہرا

# سہرا

بیتقریب شادی ڈاکٹر عیسیٰ یاد عباس حسنا

نہ کیوں ہو اے نقالی اللہ منظور نظر سہرا  
عزیزوں کے نہال آرزو کا ہے شر سہرا  
کھلے جاتے ہیں دل ماں باپ کے فرط سرت  
کہ باندھے گا خدا کے فضل سے نور نظر سہرا  
نبی حامی، علی ناصر، ہیں عباس مجری یاد  
عطا و لطف سے حسنین کی ہر بہرہ در سہرا  
دلہن پر اصل میں سایہ فگن ہے دامن نہرا  
نظارہ کو نظر آتا ہے فرق ناز پر سہرا  
دلہن ہے عابدہ سی، یاد عباس دو دھوا  
فلکسا پر کیوں نہ دکھیں شک و شمس قمر سہرا  
اگر سچ پوچھئے نور علی نور اس کو کہتے ہیں  
قمر ہے عارضِ نوشہ تو ہے صنوئے قمر سہرا  
ہوا خواہی تو دیکھو چشم بد میں سے بچانے کو  
بنا بنم طرب میں روئے نوشہ کی سپر سہرا

حضور ڈاکٹر عباسؑ ہے تحفہ سرت کا

ہنیں ہے مجھ کو محقق حیلہ عرض ہنر سہرا

LYTTON LIBRARY





62.2

1915/231

This book is due on the date last stamped. A fine of 1 anna will be charged for each day the book is kept over time.